

# دیوانِ مومن

حکیم محمد مومن خاں مومن دہلوی

مرتبہ  
ڈاکٹر انوار الحسن

استاد شعبہ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی

ناشر

ادارہ عجمیہ ادب اردو بآئرازدہلی

## دیوانِ مومن

ترتیب و حالات : ڈاکٹر انوار احسن

تعداد و طباعت : پانچ سو

قیمت : پانچ روپے

سنہ طباعت : فروری ۱۹۷۱ء

طابع : جمال پرنٹنگ پریس - دہلی

ناشر : ادارہ صبح ادب - اردو بازار - دہلی ۷



# حکیم مومن خاں مومن

خاندانی حالات :

مومن کے دادا حکیم نامدار خاں دو بھائی تھے۔ دوسرے بھائی کا نام حکیم کا مدار خاں تھا۔ کشمیر کے ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جب سلطنت مغلیہ کا چرب و خشک زندگی طٹھارنا تھا اس وقت دہلی آئے اور دونوں بھائیوں کو شاہ عالم نے شاہی طبیبوں میں داخل کر لیا۔ اور پرگنہ نارنول میں چند گاؤں بطور جاگیر عطا کیے۔

یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے غرض کا زمانہ تھا۔ بادشاہ کا اقتدار برائے نام تھا۔ اور سب کچھ انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔ جب انگریزوں نے جھجھکی ریاست نواب فیض طلب خاں کو دی تو پرگنہ نارنول بھی اسی میں چلا گیا۔ اور نواب فیض طلب خاں نے حکیم نامدار خاں کی جاگیر کے عوض ان کے وارثوں کے لئے ایک ہزار روپے سالانہ مقرر کر دیئے۔ یہ معاوضہ مومن کے والد حکیم غلام نبی خاں کو ملتا رہا اور ان کے بعد حکیم مومن خاں کو بھی ملا۔ اس کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس خاندان کے چار طبیبوں کے لئے سو روپیہ ماہوار پنشن مقرر کی ان میں سے ایک مومن کے والد بھی تھے۔ پھر ان کے بعد یہ پنشن مومن کو ملتی رہی۔

مومن کے دادا جب دہلی آئے تو چیلوں کے کوچے میں سکونت اختیار کی۔ مومن کے والد حکیم غلام نبی خاں بھی وہیں رہے اور مومن نے بھی اسی محلہ میں اقامت اختیار کی۔

ولادت اور تعلیم :

مومن متولدہ مطابق ۱۲۱۵ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ حکیم غلام نبی خاں کو شاہ عبدالعزیز دہلوی سے بڑی عقیدت تھی۔ شاہ صاحب نے ولادت کے بعد مومن کے کان میں آذان



دنی اور نام بھی شاہ صاحب نے موتن خاں رکھا حالانکہ یہ نام گھروالوں کو پسند نہیں تھا۔  
اور وہ سب "حبیب اللہ" نام رکھنا چاہتے تھے، لیکن ان کے والد نے شاہ صاحب  
کا رکھا ہوا نام پسند کیا۔

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر شاہ عبدالقادر کے پاس جانے لگے۔ جو شاہ  
عبدالعزیز کے بھائی تھے۔ یہ خاندان اپنے علم و فضل کے باعث ساری اسلامی دنیا میں  
معزز سمجھا جاتا تھا۔ موتن کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ وہ ایک مشہور اور قابل عالم کے شاگرد ہوئے  
اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوتے رہے۔ عربی، فارسی دونوں زبانوں  
میں مہارت حاصل کی اور مروجہ علوم بھی سیکھے۔

طب اور نجوم کی تعلیم :- علم طب موتن کا فائدہ دانی ورثہ تھا۔ جب عربی زبان سے واقفیت حاصل  
کر چکے تو ان کے والد حکیم غلام نبی خاں نے طب کی تعلیم شروع کرائی۔ بعض کتابیں اپنے چچا غلام حیدر  
خاں اور حکیم غلام حسن خاں سے پڑھیں اور اپنی غذا و ادویات کے باعث جلد ہی خاصی مہارت  
حاصل کر لی اور والد کے مطب میں بیٹھ کر نسخہ نویسی سیکھی پھر خود طبابت شروع کر دی۔ نجوم اور  
طب میں ایک خاص رابطہ و تعلق ہے۔ اور شاید اس کی اہمیت کے پیش نظر موتن کو نجوم کی تحصیل  
میں غیر معمولی دل چسپی رہی اور اچھی لیاقت پیدا کر لی۔

دلی میں ان کی طبابت اور نجوم دانی کی بڑی شہرت تھی۔ علم نجوم میں قابلیت کا یہ عالم  
تھا کہ ان کے احکام سن کر بڑے بڑے معجزات میں پڑ جاتے تھے۔ وہ کسی کا حال سننے سے قبل  
اس کے حالات خود بتا دیتے تھے۔ "دلی کی آخری شمع" میں مرزا فرحت اللہ بیگ نے علم نجوم  
میں ان کی مہارت کا ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

"ایک روز موتن خاں اپنی حویلی میں تشریف فرما تھے۔ ان کے ہندو شاگرد سکھانند  
بھی بیٹھے تھے۔ موتن خاں نے کہا: "میاں سکھانند تم بیٹھے انتظار کرتے رہو میں حکم  
لگا چکا ہوں کہ جب تک پورب کی طرف سے اس چھپکلی کا جوڑا نہ آجائے یہ دیوار سے



نہ جائے گی۔ اس کا جوڑا آئے پر آئے۔۔۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک بنارس کا سوداگر کپڑوں سے دو گھٹے لے کر آیا۔ شہر میں جب کوئی آتا تو حکیم صاحب کے پاس اس کا آنا لازمی تھا۔ ریشمی کپڑوں سے ان کو عشق تھا، کوئی کپڑا پسند آتا تو پھر قیمت کی پرواہ نہیں کرتے تھے جو مانگتا دیتے۔ اس سوداگر نے گھڑی مزدور کے سر پر سے اتاری اس میں سے پٹ سے تھپکی نیچے گرمی اور دوڑ کر سامنے کی دیوار پر چڑھ گئی۔ جو چھپکلی پہلے سے دیوار پر جمی بیٹھی تھی وہ لپک کر اس سے آملی اور دونوں مل ایک طرف چلے گئے۔

مومن دیندار :- مومن اپنے مذہبی عقائد میں بہت پختہ تھے۔ ان کو مذہب سے شغف اور محبت تھی۔ ان کی مذہبی تربیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے گھرانے میں ہوئی تھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے صحبت یافتہ اور شاہ عبدالقادر کے شاگرد تھے۔ اس لئے ان کا دیندار ہونا یا عیش و لعب نہیں ہاں یہ امر موجب حیرت ضرور ہے کہ ان میں رنگین مزاجی اور عشق بازی کے جذبات کیوں کر پیدا ہوئے، اور ”زہد و تقویٰ“ کا پیکر کیوں بن سکے۔ مومن سید احمد بریلوی کے مرید تھے۔ سید صاحب اپنے دور کے ایک بڑے مجاہد تھے۔ جنہوں نے سکھوں کے خلاف عظیم جہاد بلند کیا تھا۔

اخلاق اور عادات :- مومن بہت خوش مزاج تھے، ان کی طبیعت میں چلبلا پن بے حد تھا، مزاج میں رنگینی تھی۔ اردو شاعروں میں مومن جیسا خود دار شاعر نظر نہیں آتا۔ انہوں نے کبھی کسی کا احسان لینا گوارا نہ کیا، نہ کسی بادشاہ اور امیر کی مدح میں قصیدے لکھے نہ کسی سے خطا ہو کر اس کی ہجو کہی۔ ان کے کلیات میں کل تو قصیدے ہیں۔ ایک حمد الہی میں اور ایک نعت میں اور پانچ منقبت ہیں۔ صرف دو مدحیہ قصیدے ہیں ایک راجہ پیالہ سردار اجیت سنگھ کی شان میں اور دوسرا ٹونک کے نواب وزیر الدولہ کی شان میں۔ پہلا قصیدہ لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز راجہ پیالہ جو دہلی میں رہتے تھے اپنے مصاحبوں کے ساتھ مکان کی چھت پر بیٹھے تھے۔ اتفاق سے مومن اس طرف سے گزرے



مصاحبین نے راجہ کو بتایا کہ حکیم مومن یہی ہیں۔ راجہ صاحب کو ملنے کا اشتیاق تھا  
 آدمی کے ذریعہ سے بلوایا اور بڑی عزت کی اور دیر تک پاس بٹھا کر گفتگو کی، جب  
 مومن رخصت ہونے لگے تو راجہ نے ایک مٹھنی پر سوار کرایا اور وہ انہیں گودے دی۔  
 اس کے شکریہ میں مومن نے قصیدہ لکھا۔

دوسرا قصیدہ اس لیے کہا تھا کہ نواب ٹونک نے ان کو اپنے یہاں بلایا مگر انھوں  
 نے معذرت کے طور پر قصیدہ لکھ کر بھیج دیا۔

ان دو قصیدوں کے علاوہ انھوں نے کسی کی تہ شامدانہ مدح میں ایک شعر  
 بھی نہیں لکھا۔

راجہ کپور سنگھ نے ساڑھے تین سو روپے ماہوار تنخواہ پر اپنے یہاں بلایا  
 مگر انکار کر دیا۔ وہی کلج کی پروفیسری پر بلائے گئے وہ بھی قبول نہیں کی۔ طبیعت  
 میں آزادی اور خودداری تھی۔ لالچ اور طمع سے دور تھے۔ رامپور جہانگیر آباد اور  
 بھوپال کے رؤسار نے اپنے یہاں بلایا مگر انھوں نے کہیں جانا پسند نہ کیا۔  
 مومن بلا کے ذمین تھے، شطرنج کھیلنے میں ان کو مہارت تھی مولانا آزاد  
 نے آپ حیات میں لکھا ہے کہ دلی کے مشہور شطرنج کے کھلاڑی کرامت علی خاں  
 سے مومن کی عزیزداری تھی۔ مومن بھی مشہور کھلاڑیوں میں تھے۔ اس عہد کے  
 مشہور عالم مولانا فضل حق خیر آبادی کو بھی شطرنج کا بہت شوق تھا، اور وہ  
 اکثر مومن کے ساتھ شطرنج کھیلے تھے اور مومن ہمیشہ مولانا کو مات دیتے تھے۔  
 ایک بار مرزا غالب نے مولانا فضل حق سے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے  
 کہا کہ مومن بھیڑیا ہے جسے اپنی قوت کی خبر نہیں۔ اگر وہ عشق و عاشقی کے  
 قصوں کو چھوڑ کر علمی مشغلوں میں پڑتا تو اس کے ذہن کی حقیقت معلوم  
 ہوتی۔



**وضع و لباس** | ”دلی کی آخری شمع“ میں مرزا فرحت اللہ بیگ نے مومن کی وضع قطع اور لباس کا حال بہت دلکش انداز میں لکھا ہے جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

”کشیدہ قامت سرخ و سفید رنگ تھا جس میں بسری جھلکتی تھی۔ بڑی بڑی روشنائی آنکھیں، لمبی لمبی پکیں۔ گھنٹی بھوں۔ لمبی ستواں ناک پتلے پتلے ہونٹ ان پر پان کا لاکھا جما ہوا۔ مٹی آلودہ دانت۔ ہلکی ہلکی مونچھیں۔ خشکی داڑھی۔ بھرے بھرے ڈنڈے پتلی مکر، جوڑا سینہ اور لمبی انگلیاں۔ سر پر گھونگر والے لمبے لمبے بال کا مگلوں کی شکل میں کچھ توپشت پر اور کچھ کندھوں پر بڑے ہوئے۔ کان کے قریب تھوڑے سے بالوں کو موڑ کر زلفیں، بنائی تھیں بدن پر شرابی محل کا نیچی چولی کا انگرکھا تھا، لیکن اس کے نیچے کرہ د تھا اور جسم کا کچھ حصہ انگرکھے کے پردے میں دکھائی دیتا تھا گلے میں سیاہ رنگ کا فیٹہ اس میں چھوٹا سا سنہری تعویذ۔ کاکریزی رنگ کے دوپٹہ کو بل دیکر مکر میں لپیٹ لیا تھا اور اس کے دونوں کونے سامنے پڑے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں پتلا سا خاریشت، پاؤں میں سرخ گلابی کا پاجامہ تھریوں پر سے تنگ، اوپر سے کسی قدر ڈھیلا کبھی کبھی ایک بر کا پاجامہ بھی پہنتے تھے۔ مگر کسی قسم کا بھی ہو ہمیشہ ریشمی اور قیمتی ہوتا تھا۔ سرخ چوڑا نیقہ۔ انگرکھے کی آستین آگے سے کٹی ہوئی، کبھی لٹکتی رہتی تھیں۔ کبھی پلٹ کر چڑھا لیتے تھے۔ سر پر گلشن کی بڑی دو پٹری ٹوپی، اس کے کنارے پر باریک لیس۔ ٹوپی اتنی بڑی تھی کہ سر پر اچھی طرح منڈھ کر آگئی تھی، اندر سے مانگ اور ماتھے کا کچھ حصہ اور بال صاف جھلکتے تھے۔ غرض یہ کہ نہایت خوش پوشاک اور جامہ زیب آدمی تھے۔“

مومن کا شمار دہلی کے معزز لوگوں میں ہوتا تھا۔ ایک طبیب **عام حالات** کی حیثیت سے بھی وہ بہت شہور اور مقبول تھے۔ لیکن طبابت



کو انھوں نے ذریعہ معاش نہیں بنایا ایٹ انڈیا کمپنی سے پنشن میں سے کبھی حصہ ملتا تھا جو نواب فیض طلبہ خاں کے یہاں سے جاگیر کے عوض جاری ہوتی تھی اسی آمدنی پر جو تقریباً سو سو سے زیادہ نہ تھی گذر کرتے تھے اور بہت شان و شوکت سے رہتے تھے۔

مومن کی شادی خواجہ میر درد دہلوی کے خاندان میں ہوئی تھی جو خداریہ بزرگوں کا خاندان سمجھا جاتا تھا۔ خواجہ میر درد کے نواسے خواجہ محمد نصیر کی لڑکی سے مومن کا عقد ہوا۔ مومن کی خوشدامن خواجہ میر درد کی پوتی تھیں۔ مومن کی اولاد میں ایک لڑکا احمد نصیر اور ایک لڑکی محمدی بیگم تھی۔

مومن نے دہلی سے باہر تین چار بار سفر کیا وہ بھی اجاب کے اصرار سے اور دہلی کے باہر بھی ان کا دل نہ لگا۔ ایک دوبار ذاتی ضروریات سے بھی سفر کیا۔ رام پور، جہاں نگر آباد۔ بدایوں اور سہسوان گئے اور بہت کم غرصہ ایک جگہ قیام کیا

مومن کا انتقال ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں ہوا انتقال سے پانچ ماہ

## وفات

قبل وہ کوٹھے سے گر پڑے تھے اور اسی چوٹ کی تکلیف میں راہی عدم

ہوئے انھوں نے علم نجوم کے حساب سے پیشگوئی کی تھی کہ پانچ دن پانچ ماہ، پانچ

سال میں مرجاؤں گا۔ اور اسی کے پانچ ماہ بعد چل بسے۔ اپنے گرنے کی تاریخ خود

سماری میں نکالی تھی کہ ”بہ شکست دست و بازو“

سنہ ۱۳۶۸ھ

۱۵ مومن مرحوم کی بیٹی محمدی بیگم کا عقد مولوی عبدالغنی وکیل سینا پور (اودھ) سے ہوا

محمدی بیگم نے ۱۳۹۲ھ میں انتقال کیا۔ ان کی اولاد میں سید ناصر حید ہیں اور ان کی دخترہ فاطمہ صاحبہ ہیں۔

مومن کے صاحبزادے احمد نصیر کا ایک لڑکا محمد نصیر اور ایک لڑکی عزیز بیگم ہیں۔

(ماخوذ مقدمہ دیوان مومن از منیا احمد بدایونی۔ صفحہ ۷۰)



مومن کو شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقبرے کے احاطے کی دیوار کے نیچے دفن کیا گیا۔

مومن کے انتقال کا ان کے معاصر شعراء اور اہل علم کو بہت غم ہوا مرزا غالب پر بھی بہت اثر ہوا۔ اپنے جذبات رنج و غم کا اظہار غالب نے ایک فارسی رباعی میں کیا ہے۔

**شاعری کا شوق** | مومن نے ہوش سنبھالا تو دلی میں شعرو شاعری کا ہر طرف چرچا تھا۔ مومن نے ایک خوشحال گھرانے میں پرورش

پائی تھی۔ عیش و آرام نے ان میں رنگین مزاجی پیدا کر دی تھی۔ ان کا ماحول ان کے لئے حسن و عشق کا گہوارہ بن گیا اور مومن کی فطرت میں جو شاخراہ صلاحیتیں تھیں وہ اُجاگر ہونے لگیں، ابتدا میں مشہور شاعر شاہ نصیر سے اصلاح لیتے رہے اور کچھ عرصے بعد ان کی نازک خیالی اور بلند پروازی نے اُن کو شہرت عطا کی۔ اپنی غزلیں وہ ترنم سے پڑھتے تھے۔ نہایت خوش الحان تھے آواز میں درد اور اثر تھا پڑھتے پڑھتے جھومنے لگتے تھے۔ سننے والوں پر محویت طاری ہو جاتی تھی۔

**تصنیفات** | مومن کا اردو کلام "کلیات مومن" کے نام سے موجود ہے۔ ایک فارسی دیوان ہے اور انشاؤں فارسی کے نام سے فارسی میں ایک کتاب ان کی یادگار ہے۔

**مومن کی شاعری** | مومن اردو کے اُن چند باکمال شاعروں میں شمار کئے جاتے ہیں جن کی بدولت اردو شاعری کو عزت، شہرت اور

ترقی نصیب ہوئی اردو میں صنفِ غزل سب سے زیادہ مقبول ہے اور مومن نے اس صنف کو ایسا عروج بخشا اور اس میں اُستادانہ جوہر دکھائے کہ کوئی ان کی ہمسری نہ کر سکا۔ غزل مومن کا سرمایہ زندگی ہے جس نے ان کو شعرا و اردو کی صفِ اول



میں جگہ دی اور ایک امتیازی شان بخشی مومن نے دیگر اصناف کلام میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

**قصیدہ** مومن نے کل نو قصیدے لکھے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ یہ قصیدے ان کے مطبوعہ کلیات میں موجود ہیں۔

**مثنوی** مومن نے متعدد مثنویاں لکھی ہیں۔ کچھ عشق و محبت کی داستانیں ہیں بعض میں حمد و نعت اور جہاد کے مضامین ہیں۔ یثقیہ مثنویوں میں مومن کا رنگ تغزل نمایاں ہے۔ مطبوعہ کلیات میں دس مثنویاں ہیں۔

**رباعی** مومن کی مطبوعہ رباعیات کی تعداد ۱۳۱ ہے کچھ عشق و محبت کے متعلق ہیں اور کچھ مذہبی عقائد کے بارے میں مومن کی رباعیات میں کوئی خاص بات نہیں جو قابل ذکر ہو۔

**قطرہ** مومن کے ۲۳ قطعات ہیں اور بہت اچھے ہیں خصوصاً ان کے تاریخی قطعات اور ان میں ایسی باریکیاں پیدا کی ہیں جن کی مثال ملنا مشکل ہے ان اصناف کے علاوہ سدس، محسن وغیرہ بھی ہیں۔

**غزل** غزل اردو اصناف سخن میں سب سے زیادہ مقبول ہے، اس کی موافقت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ لیکن اس کی نوعیت اب تک مسلم ہے، اس صنف کے اساتذہ میں میر تقی میر کی شخصیت سب سے زیادہ قداً اور نظر آتی، لیکن میر اپنے جذبات تغزل کے نشہ میں اس قدر مست رہے کہ انھوں نے الفاظ کے اہتمام کی چنداں ضرورت نہیں محسوس کی چاہ اس طرف متوجہ نہیں ہوئے، مومن اردو غزل گو شعراء میں اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ انھوں نے جذبات کے ساتھ قیود و پابندی کے باوجود آورد میں آمد کا رنگ پیدا کر کے ادبی دنیا کے سامنے ایک نئی چیز پیش کی۔ وہ رنگ تغزل میں جس بلندی پر پہنچ گئے وہاں تک ان کا کوئی حریف مقابل نظر نہیں آتا۔ فارسی



شعراء کی تقلید میں عام طور سے بند پایہ اردو شعرائے غزل میں فلسفہ، تصوف اور اخلاق کے متعلق مضامین نظم کئے ہیں حالانکہ نفس غزل کی بنیاد شوق و محنت کے جذبات و واردات کے اظہار پر ہے دوسرے مضامین بیان کرنے کی صورت میں غزل کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ مومن نے غزل کو اس کے اصل موضوع و مفہوم کے دائرے میں رکھا۔ یہ ان کا سب سے بڑا کارنامہ اور اہم خصوصیت ہے۔ انہوں نے غزل میں جس طرح مناسب الفاظ کا اہتمام کیا ہے اس کا اندازہ ان اشعار سے ہو سکتا ہے۔

ایسی لذت خلش دل میں کہاں ہوتی ہے      رہ گیا سینہ میں اسی کا کوئی پیکاں ہو گا

درد ہے، جان کے غوص، ہر گٹھ پیس ساری      چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہو گا

سینہ سے گھبرا کے آخر جان لب تک گئی      حال پہونچا یاں تلک و تلم نہ آئے یاں تلک

آخری شعر کے دونوں مصرعوں میں ”یاں تلک“ آیا ہے لیکن معنوی فرق پر غور کرنے سے مومن کے کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔

اسے خوٹ پر گئی ہے بی طرح زانوئے جاناں کی      یہ سرتکیہ پہ ہم جس طرح رکھوں نہ ٹہرے گا

جس طرح غزل میں جذبات کے اظہار کے لئے درد، وحاش، بیتابی و بکسی کے لئے الفاظ مخصوص ہوتے ہیں، اسی طرح معانی کا معاملہ بھی ہے، مومن کی غزلوں میں اس کا لحاظ بھی اسی اعتبار سے ملتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

لیا سناتے ہو کہ ہے ہجر میں جینا مشکل      تم سے بیرحم یہ مرنے سے تو آسان ہو گا

جذبہ دل کو نہ تھائی سے لگاؤں کیونکر      آپ وہ مرے کئے دوڑ کے اک بار لگا



زبان کی سلاست و روانی، موتن کی اہم خصوصیت ہے۔  
 اثر اس کو ذرا نہیں ہونا      رنج راحت فزا نہیں ہوتا  
 آسمان راہ پر نہیں آتا      دعویٰ خفربے دلیل ہوا

اس کے اُٹھتے ہی ہم جہاں سے اُٹھے      کیا قیامت ہے دل کا اُجھانا  
 فلسفیانہ اور صوفیانہ مضامین اکثر غزل گو شعراء نے نظم کئے ہیں، مومن کے  
 یہاں خالص تغزل پایا جاتا ہے۔ تاہم اسی رنگ میں کہیں کہیں فلسفیانہ موشگافیلو  
 کی جھلک نظر آ جاتی ہے۔ کیونکہ مومن نجوم و حکمت اور اسلامی علوم سے اچھی طرح  
 واقف تھے۔ کہتے ہیں۔

کیوں سنئے غرضِ مومن مضطر      صنم آخر خدا نہیں ہوتا

آخر امید ہی سے چارہ حرام ہوگا      مرگ کی آس پہ جینا شبِ ہجراں ہوگا

تو نے جو خدا یاد دلایا موتن      شکوہ جو بر بتانِ دل سے فراموش ہوا  
 ایک اہم خصوصیت موتن کے یہاں معاملہ بندی کی ہے اردو میں معاملہ  
 بندی کے رنگ کو جرأت نے سب سے زیادہ برتا اور پروان چڑھایا لیکن ان  
 کے یہاں، ابتداء اور سو قیّت بہت زیادہ ہے موتن نے معاملہ بندی کو بھی اپنایا  
 مگر بڑے رکھ رکھاؤ کے ساتھ اور دہلی کی سنجیدہ تہذیب اور محتانت کو ہاتھ سے  
 جانے نہیں دیا۔“

وصل کی شبِ شامت میں سو گیا      جانا ہجراں کا بلا ہو گیا



ہتے ہیں تم کو ہوش نہیں اضطراب میں سائے گلے تمام ہوئے اک جواب میں

ہو فانی کا عدو کی ہے سکہ لطف میں ہی وہ ستاتے ہیں مجھے  
مومن کی شاعری داخلی ہے بخلاف اس کے لکھنؤ کے شعراء خارجی مضامین  
ہو سن و عشق اور ان کے وازنات سے متعلق ہیں زیادہ بیان کرتے تھے اسی  
لئے ان کے کلام میں تاثیر نہیں، مومن نے حسن و عشق کے جذبات، احساسات اور  
واردات کو داخلی انداز میں نظم کیا ہے۔ اسی لئے ان میں درد و اثر ہے۔ چند اشعار  
پس نظر ہیں ان میں الطیف طنز بھی ہے۔

یارب دھال یار میں کیوں کر ہو زندگی نکلی ہی جان جاتی ہے ہر ہر ادا کے ساتھ

سب بحر میں کیا مجھوم بلا ہے زباں تھک گئی مرجھا گئے کہتے

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

عشق پردہ نشین میں مرتے ہیں زندگی پردہ در نہ ہو جائے  
مومن کے یہاں طنز کی جالیشنی بھی خوب ہے، طنز تغزل کا خاص جز ہے۔  
مومن نے اردو شعرا میں طنز کو سب سے بہتر طریقہ پر برتا ہے۔ ہجو سے تو انہوں  
نے اپنا دامن بچائے رکھا۔ لیکن طنز میں اپنے شاعرانہ کمالات کا اظہار خوب کیا ہے۔  
کر غلاچ عویش و عشت چارہ گر لادے اک جنگل مجھے بازار سے

رحم فلک، اور میرے حال پر تو نے کرم لے ستم آرا کیا



مومن کے اشعار میں علمی اصطلاحات، نئی ترکیبیں، انوکھی مندرجہ ذیل بیت ہیں، یہ بھی ان کی قابل قدر خصوصیت ہے۔

مومن نے غزل کے ہر رخ کو سامنے رکھ کر شعر کہے ہیں، ان کے اشعار عاشقانہ بھی ہیں اور زندانہ بھی ان کے یہاں طنز و ظرافت کی دلکش آمیزش بڑا لطیف دری ہے، واعظ و ناصح کو مخاطب کرنا اردو شاعری کی خاص روایت ہے۔ جو فارسی شاعری کے ذریعہ آئی بڑے بڑے شعرا و شخصیات کی اور شائستگی کے باوجود ناصح اور واعظ کو نہایت متبادل الفاظ میں مخاطب کیا ہے، تہذیب و ثقافت کا بالکل خیال نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ میر تقی میر نے بھی یہی رنگ اختیار کیا۔ لیکن مومن نے اس میں بھی سنجیدگی و وقار کا دامن نہیں چھوڑا، یہ ان کا بہت بڑا کمال ہے۔ فرماتے ہیں۔

اس وسعت کلام سے جی تنگ آ گیا      ناصح تو مری جان نہ لے۔ دل لیا، گیا

کیا پوچھتا ہے تلخی لہفت میں پنڈگو      ایسی تو لذتیں ہیں کہ تو جان لکھا گیا  
مومن کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مضمون آفرینی اور نازک خیالی کو اردو شاعری میں سب سے بہتر طریقہ پر برتنا۔ بلکہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اردو شاعری کو ان صفات سے روشناس کرایا۔

کرۂ خاک ہے گردش میں پیش سے مری      میں وہ مجنوں ہوں کہ زندان میں بھی آزادیاں

بیزار جان سے جو نہ ہوتے تو مانتے      شاید شہادتوں پہ تری مدئی تہم  
اسی طرح شوخی ادا اور ندرت خیال بھی شعر کے خاص اوصاف ہیں  
یعنی سیدھی سادی بات کو پُر انداز میں پیش کرنا۔ تاکہ سننے والا متاثر ہو جائے یہ تاثر  
بتناز یا دہ اور صبا دی پیدا ہونا اتنا ہی اس شعر کی خوبی اور شاعر کے کمال پر دلالت



کرے گا۔ اور یہ کمالِ موتی کے یہاں موجود ہے۔  
 دشنام یا رطبعِ حزیں پر گراں نہیں اے ہم نفسِ نزاکتِ آواز دیکھنا

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا  
 یہ شعر ضربِ امثال بن چکا ہے۔ مولانا حالی نے یادگار غالب میں لکھا ہے کہ  
 مرزا غالب نے جب یہ شعر سنا تو پھرک اٹھے اور فرمایا کہ اس شعر کے غرض  
 میں اپنا پورا دیوان دینے کو تیار ہوں۔

موتی نے اپنے نام سے مقطعون میں بہت فائدہ اٹھایا اور نام کو اس طرح استعمال  
 کیا کہ وہ شعر کا جزو ہو گیا اور ایک خاص لطف پیدا کر دیا۔ اسی طرح ان کی ہر غزل کا  
 مطلع عموماً بہت زوردار اور پُر اثر ہوتا ہے، ایسے شاعر کم نظر آئیں گے جن کا مطلع اور  
 مضطع دونوں زوردار ہوں۔ مطلع کے زور اور خوبی کا کچھ اندازہ ان اشعار سے ہو گا۔  
 میں نے تم کو دل دیا، تم نے مجھے رسا کیا میں نے تم سے کیا کیا اور تم نے مجھ سے کیا کیا

امتحان کے لئے حفاکب تک التفاتِ ستمِ خاکب تک

دیدہ حیران نے تماشا کیا دیدہ تک وہ مجھے دیکھا کیا  
 اسی طرح مقطع کی خوبی یہ ہے کہ نامِ شعر کے الفاظ کا مزہ ہو جائے  
 جس سے شعر کا لطف دوچند ہو جاتا ہے۔

اے شبِ ہجر دیکھ موتی ہیں ہے حرامِ آگ کا عذاب ہمیں

بت خانے میں ہو گر ترا گھر مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم



نکل کے دیسے مسجد میں جا رہے ہوتے خدا کا گھر تو ہے قریب اگر مکان نہیں

غمر ساری تو کٹی عشق بتان میں ہوتے آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوں گے  
ہوتے کے رنگ تغزل کا تفصیلی جائزہ لینا اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں، صرف  
ان کی ہم خصوصیات کا طرف اجمالی تعارف کافی ہے، اس کی روشنی میں ایل ذوق اور  
طلباء ان کے کلام کا مطالعہ کرتے وقت اپنے ذوق سلیم اور فکر و نظر کی مدد سے ہوتے  
کی خصوصیات ان کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ بخوبی کر سکیں گے۔

مولانا عابدی نے، یادگار غالب میں لکھا ہے کہ نزاکت خیال میں ہوتے خاں مرزا  
غالب سے بھی سبقت لے گئے، آزاد نے آپ حیات میں تحریر کیا ہے کہ ان کے خیالات  
نہایت نازک اور مضامین عالی ہیں، ”اسی طرح دیگر تذکرہ نگاروں اور بلند پایہ دیوان  
نئے ہوتے کی مذکورہ خصوصیات کو سراہا ہے۔

ہوتے کے کلام..... پر اعتراضات بھی بہت کئے گئے ہیں۔ رعایت لفظی  
و معنوی اور صنائع کے استعمال پر بعض نے لکھا ہے کہ ان کا کلام بے طلف ہو گیا۔ کسی نے  
کہا کہ تعقید سے طام معما بن گیا ہے۔ کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ مترادفات کثرت سے  
استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ اور اس قسم کے اعتراضات ہر بڑے شاعر پر کئے گئے ہیں  
اور کئے جاسکتے ہیں۔ چند اشعار میں کچھ عیوب نہ آئیں تو اس سے ساری شاعری  
مور و الزام نہیں ہو سکتی۔ ہوتے کے یہاں بھی کچھ خامیاں ہیں لیکن ان کے  
محاسن شاعری کے مقابلہ میں معائب کا وزن بہت ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہوتے اردو  
کے بہت بڑے شاعر ہیں اور تغزل کے لحاظ سے وہ اپنے طرز میں یکساں نظر آتے ہیں۔

# غزلیات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نہ کیونکر مطلع دیواں ہو مطلع مہر وحدت کا  
 بچاؤں آبلہ پانی کو کیونکر خار ماہی سے  
 سر خشک اعتراض عجز نے الماس ریزی کی  
 نہ یہ دست جنوں ہو اور نہ یہ حبیب جنوں کی شا  
 نہ نے تیغ زبان کیونکر خشک رنگ کو طعنے  
 غصے سے نیرے ڈرتا ہوں خدا کی تیری خواہش ہے  
 کلوے خار میں سر نہ مراد دودہ دل ہے  
 نہ پوچھو گری شوقِ ثنا کی آتش افروزی  
 تک تھا بخت شور فکر خوانِ مدح شیریں پر  
 خدا یا ہاتھ اٹھاؤں عرضِ مطلب بھلا کیونکر  
 عنایت کر مجھے آشوبِ گاہِ حشر غم اک دل  
 جراحِ نیراک جال دے کہ جسکی ہر جراحت سے  
 فروغِ جلوہ توحید کو دہ برقِ بولاں کر  
 مرا جو ہر ہو سہرا پا صفا ہے مہر پیغمبر  
 بے دہ پیچ جو ہر کہ میرے نام سے جنوں ہو

کہ ہاتھ آیا ہو روشن مصرع انگشت شہادت کا  
 کہ بامِ عرش سے پھل ہی یار بچاؤں وقت کا  
 جگر صد پارہ ہو اندیشہ خوں گشتہ طاقت کا  
 کہ ہو دستِ شرہ سے چاک پر دہ چشمِ حسرت کا  
 کہ صفائے خود پر حلہ ہی فوجِ خیالیت کا  
 نہ میں ہزار دوزخ سے نہ میں مشتاقِ جنت کا  
 مگر لکھا ہے وصفِ خاتمہ جلد رسالت کا  
 بنا جاتے ہیں دستِ عجز شدہ شمعِ فکر ست کا  
 کہ دندانِ طمع نے خوں کیا ہو دستِ حسرت کا  
 کہ ہے دستِ عا میں گوشہ دانِ اجابت کا  
 کہ جس کا ہر نفس ہم نغمہ ہو شورِ قیامت کا  
 نکلاں شورِ افق مرا آئے عیادت کا  
 کہ خرمنِ پیچک یو ہے ہستی اہلِ ضلالت کا  
 مرا حیرتِ دہ دل آئینہ خانہ ہو سنت کا  
 دلِ صد پارہ اصحابِ نفاق اہلِ بدعت کا



خدا یا شکر اسلام تک پہنچا کہ آ پہنچا  
 نہ کہ بیگانہ نہ میرا ایمانستہ سنت  
 امیر شکر اسلام کا محکوم ہوں تیسری  
 لبوں پر دم بلبے جوشِ خوں شوقِ شہادت کا  
 کہ انکارِ آشنائی کفر ہے اُس کی امامت کا  
 ارادہ ہے مرا فوجِ ملائکہ پر حکومت کا  
 زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومن

تو سب سے پہلے تو کہیو سلام پاک حضرت کا

آگ اشکِ گرم کو لگی جی کیا ہی میں گیا  
 ٹھوڑا تھا دل نہ تھا یہ سوسے پر غل گیا  
 کیا رُودِ دل خیرِ چشمہ نہ بہت سیاہ کو  
 کی مجھ کو ہاتھ ملنے کی تعلیم دے گیوں  
 اُس کو چپ کی ہوا تھی کہ میری ہی آہ تھی  
 جوں خفگان خاک ہے اپنی فتادگی  
 اُس نقشِ پاک کے سجدے کیا کیا کیا ذلیل  
 کچھ جی گرا پڑے تھا پر اب تو نے باز سے  
 مل جائے گریہ خاک میں اس وہاں کی خاک  
 آنسو جو اُس نے پونچھے شہاد در ہاتھ پھل گیا  
 جب کٹھیں سانس کی لگی دم ہی نکل گیا  
 داں شغلِ سر ہے ابھی یاں نل ڈھل گیا  
 غیروں کہ آکے ہزم میں وہ عطر مل گیا  
 کوئی تو دل کی آگ پہ پنکھا سا جھل گیا  
 آیا جو زلزلہ کبھی کر دٹ بدل گیا  
 میں کو چور قیب میں بھی سر کے بل گیا  
 مجھ کو گرا دیا تو مرا جی سنبھل گیا  
 گر کی تھی کہ نہ پاؤں وہ نازک پھیل گیا

بُت خانے سے دے کہے کو تکلیف دے مجھے

مومن بس اب صاف کہ یاں جی آہل گیا

لگے خدنگ جب اس نالہ سحر کا سا  
 نہ جاؤں گا کبھی جنت کو میں نہ جاؤں گا  
 کرے نہ خانہ خرابی تری ندامت جو  
 یہ جوشِ یاس تو دیکھو کہ اپنے تئیں کے رت  
 فلک کا حال نہ ہو کیا مرے جگر کا سا  
 اگر نہ ہوئے گا نقشہ تھا لے گھر کا سا  
 کہ آبِ مشرم میں ہے جوشِ چشمہ تر کا سا  
 دعائے وصل نہ کی رقت تھا اثر کا سا  
 زمانہ تر بہ کیوں تر کاف در کا سا  
 لگے اُن آنکھوں کا ہر وقت اے دل ہدیاک

مرا سر در ہے گل خندہ شکر کا سا  
مرا بھی حال عوا تیری ہی کمر کا سا  
ہمارا مال وطن میں ہوا سفر کا سا  
نشانِ نظر آتا ہے نامہ سر ہر کا سا

ذرا ہو گرمی صحبت تو خاک کر دے چرخ  
یہ ناتواں ہوں کہ ہوں اور نظر نہیں آتا  
جنوں کے جوش سے بیگانہ دار ہیں احباب  
خبر نہیں کہ اُسے کیا ہوا پر اس در پر

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا کہ وہ ہے

محب حسین کا اور دل رکھے شکر کا سا

حشر میں کون مرے حال کا پرماں ہوگا  
میں تو میں غیر بھی دل دے کے پشیاں ہوگا  
کہ مجھے نہ ہر بھی دیکھے گا تو احساں ہوگا  
آنہ آنہ دیکھے گا تو حیراں ہوگا  
دل میں پھر تیرے عوا اور بھی ارماں ہوگا  
رہ گیا سینہ میں اُس کا کوئی پیکاں ہوگا  
لفظ سے لفظ مرے شعر کا چسپاں ہوگا  
تم سے بے رحم پہ مرنے سے تو احساں ہوگا  
دیکھنا خانہ آئینہ بھی دیراں ہوگا  
کہ مرے خواب کا بھی کوئی نگہباں ہوگا  
جامہ صبر جسے کہتے ہیں کستاں ہوگا  
رشتہ رشتہ سے شیرازہ دیواں ہوگا  
فکر ہے یہ کہ وہ وعدے سے پشیاں ہوگا  
غیر کیا کیا تاک الموت کے قرباں ہوگا

گرداں بھی یہ خموشی اثر انفاں ہوگا  
اُن سے بد بڑ کا کرم بھی ستم جاں ہوگا  
درایا کوئی کیا بے سرو ساماں ہوگا  
مجھ سادہ نگارہ حبا ناں ہوگا  
غلامش مرگ ہوا اتنا نہ ستا ناور نہ  
ایسی لذت فحش دل میں کہاں ہوتی ہے  
وسہ ہمارے شبیریں کے مضا میں کیوں  
کہہ سناٹے ہو کہ ہے جبر میں جینا مشکل

حیرت حسن نے دیوانہ کیا گر اُس کو  
دیدہ منتظر آنا نہیں شاید تجھ تک  
ایک ہی جلوہ مہر میں ہوا سو فلک طے  
گر ہی گرمی مضمون شہر در رہی  
کیونکہ اُمید دنا سے ہوتی دل کو  
گر ترے خنجر مرثا کاں نے کیا قتل مجھے



اپنے انداز کی بھی ایک غزل پڑھ مومن  
آخر اس بزم میں کوئی تو سخنداں ہوگا

بے سبب کیونکہ لبِ دُخم پہ انڈاں ہوگا  
آخر اُسید ہی سے چارہ حراماں ہوگا  
مجمع بستر محلِ شبِ عنسم یا دیا  
دل میں شوقِ لُغِ روشن نہ چھپے گا ہرگز  
درد ہے جاں کے عوض ہر گز لے میں ساری  
شومی بخت تو ہر چین لے لے وحشتِ دل  
نسبتِ عیش سے ہوں نزع میں گریاں یعنی  
بات کرنے میں قیوں سے ابھی ٹوٹ گیا  
چارہ حرام اور بھی اچھا میں کرونگا ٹکڑے

دوستی اُس صنم آفتِ ایاں سے کرے  
مومن ایسا بھی کوئی دشمن ایاں ہوگا

دیدہ حیراں نے تما شا کیا  
ضبطِ فغاں گو کہ اثر تھا کیا  
آنکھ نہ لگنے سے سب احبابے  
مرگے اُس کے لبِ جواں بخش پر  
بہ گئی اک آہ میں مجمعِ حیات  
غیر عبادت سے بُرا مانتے  
اُن سے پر یوش کو نہ دیکھے کوئی  
زندگی ہجر بھی اک موت منی

دیر تک وہ مجھے دیکھا کیا  
حوصلہ کیا کیا نہ کیا کیا کیا  
آنکھ کے لگ جانے کا چرچا کیا  
ہم نے علاج آپ ہی اپنا کیا  
مجھ کو دمِ سر دے ٹھنڈا کیا  
تس کیا آن کے اچھا کیا  
مجھ کو مری شرم نے بسوا کیا  
مرگ نے کیا کا رِسیا کیا

پان میں یہ رنگ کہاں آپ نے  
 جو رکاشکوہ نہ کردن ظلم ہے  
 کچھ بھی بن آتی نہیں کیا کچھ ہے  
 جلے تھی تیری مرے دل میں سو ہے  
 رحم فلک اور مرے حال پر  
 سچ ہی سہی آپ کا پیارا دلے  
 دعویٰ تکلیف سے جلا دے  
 مرگ نے حیراں میں چھپا پایا ہے کھ  
 آپ مرے خون کا دعویٰ کیا  
 راز مرا صبر نے افشا کیا  
 اس کے بڑے نے کچھ ایسا کیا  
 غیر سے کیوں شکوہ ہے جا کیا  
 تو نے گرم اسے ستم آرا کیا  
 مرگ نے کب وعدہ فردا کیا  
 روز جزا قتل پھرا پنا کیا  
 لوٹھ اسی پردہ نشیں کا کیا

دشمن مومن ہی رہے بت سدا

مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا

موت نہ عشق میں جب تک وہ مہرباں نہ ہوا  
 خدا کی یاد دلاتے تھے نزع میں احباب  
 ہنسے نہ غیر مجھے بزم سے اٹھانے پر  
 دیت میں روز جزا لے رہیں گے قاتل کو  
 وہ آئے بہر عیادت تو تھا میں شادی مرگ  
 لگی نہیں ہے یہ چپ لذت ستم سے کہ میں  
 دم حساب ہمارے زحشر بھی یہی ذکر  
 ہے شرط ہم پر عنایت میں گو نہ کو نہ ستم  
 ہلاکے جاں ہے وہ دل جو ہلاکے جاں ہوا  
 ہزار شکر کہ اس دم وہ بدگماں نہ ہوا  
 سبک ہے وہ کہ قری طبع پر گراں نہ ہوا  
 ہمارا جان کے جانے میں بھی زیاں نہ ہوا  
 کسی سے چاہا بیداد آسمان نہ ہوا  
 حریت کشمکش نالہ و نغاں نہ ہوا  
 ہمارے عشق کا چرچا کہاں کہاں نہ ہوا  
 کبھی محبت دشمن کا امتحان نہ ہوا

امید وعدہ دیدار حشر پر مومن

تو بے مزہ تھا کہ حسرت کش بتاں نہ ہوا

سم کھا موتے درد دل زار کم ہوا  
 بائے کچھ اس دوا سے تو آزار کم ہوا



کچھ اپنے ہی نصیب کی خوبی تھی بعد مرگ  
معتوق سے بھی ہم نے نبھائی برابری  
نا کامیوں کی کاش بے حد کا کیا علاج  
ہر چند اضطراب میں ہیں نے کمی نہ کی  
کیا مجھ میں دم بھی لینے کی طاقت نہیں ہے  
سب تاب فتنہ چونک پڑے تیرے ہمد میں  
کچھ قیل و در میں ہی نہیں سب کے سب ہوئے

ذکر مبتلاں سے پہلی سی نصرت نہیں رہی  
کچھ اب تو کفر مومن دیندار کم ہوا

گر غیر کے گھر سے نہ دل آرام نکلتا  
میں دہم سے مرتاہوں ہاں عسے اُس کے  
کرتے جو مجھے یاد شب وصل عدد و تم  
جب باتتے تافیر کہ دشمن بھی وہاں سے  
مہر ایک سے اُس بزم میں سب پوچھتے تھے نام  
کیوں کام طلب ہے ہمارے آزار سے گردوں  
تھی تو دھڑنی دل کی جنازے پہ ضروری  
کانٹا سا کھٹکتا ہے کچھ میں عسیم ہجر

حوریں نہیں مومن کے نصیبوں میں جو ہوتیں

بت خانے ہی سے کہوں یہ بد اسباب نکلتا

وصل کی شب شام سے میں سو گیا  
جاگنا، سب راں کا بلا ہو گیا  
دل نہ بھرا جان ہی ٹھہرے خدا  
یہ تو نہ جائے کہیں وہ تو گیا

آئندہ جلدی سے پنک دو کہیں  
ہوں میں میرے رومہ کہ وہ شمع رو  
طالع برگشتہ مرے کیا پھر میں  
ساتھ نہ چلنے کا بہانہ تو دیکھ  
شوخی قاتل کے میں قربان ہوں  
صبر نہیں شام سہرات آٹھ کو  
شکر اثر تھا گلہ دشمنان  
راف کی بو آئے گی ہم کو اگر

دل ہی نہیں ہاتھ سے دیکھو گیا  
شام کو آیا تھا سحر کو گیا  
ملک عدم سے نہ پھرا جو گیا  
آکے مری نش پے وہ رو گیا  
کہتے رہے سب یہ گیا وہ گیا  
جس سے کہ بیزارتھے تم سو گیا  
نالہ مرے کام سے یا رو گیا  
غیر کے ٹھہر دستہ شہو گیا

ہاے صنم ہاے صنم لب پہ کیوں  
خیر ہے مومن تمہیں کیا ہو گیا

ڈر تو مجھے کس کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
نامہ یہ گلہ کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
میں بلوں تو چپ ہوئے ہیں آپت چھپ چکے  
کچھ غیر سے ہونٹوں میں کہے ہیں یہ جو پوچھو  
کب پاس بھٹکنے دوں قیبوں کو مٹھالے  
نامہ کو جو چاہوں تو ابھی ٹھیک بنا دوں  
کیا کیا نہ کہے غیر کی گربا نہ پوچھو  
کیا کہئے نصیبوں کو کہ اغیار کا شکوہ  
مت پوچھ کہ کس واسطے چپ لگ گئی ظالم  
چپکے سے ترے ملنے کا گھر والوں میں تیرے

پر حال یہ افشا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
تو کب مری سنتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
یہ بخش لے جا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
تو وہیں ٹکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
یہ پاس تمہارا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
پر خوف خدا کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
یہ حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
سُن کے وہ چپکا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
بس کیا کہوں میں کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
اس واسطے چر چاہے کہ میں کچھ نہیں کہتا



لے چارہ گرد قابل درماں نہیں یہ درد  
ہر وقت ہے دشنام ہر اک بات میں طعنہ  
کچھ سن کے جو میں چُپ ہوں تو تم کہتے ہو پو  
سنتا نہیں وہ درد نہ یہ سرگوشی اغیار

مومن بخدا سحر بیانی کا جی بھی تک  
ہر ایک کو دعوے ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

رات کس کس طرح کہا نہ رہا  
غیر آ کر قریب خانہ رہا  
تیرے پردہ نے کیا یہ پردہ دری  
غم مرا کس لیے کہ دنیا میں  
مدعا غمیر سے کہا تھا وہ  
س کی لہروں کا دھواں تھا کہ میں شب  
غیر چھڑکے ہے زخم دل پہ نہک  
پونچے وہ لوگ رتبہ کو کہ مجھے  
تلخ کامی نصیب اعدا حیف  
دل لگانے کے تو اٹھائے مزے  
تو ملک مرگ ہم سے سب غافل

مومن اُس بُست کے نیم ناز ہی ہیں  
تم کو دعوے سے الفت نہ رہا

لاٹکے چاک گریباں کو تو ہر بار لگا  
بسکہ اک پردہ نشیں سے دل بیا لگا  
ہاتھ کٹاؤں جو صبح ہے اب تار لگا  
جو مرنیوں سے چپاتے ہیں وہ آزار لگا

جذبہ دل کو نہ چھپاتی سے لگاؤں کیونکر  
 شوخ تھارنگِ حنا میرے لہو سے صوبے  
 تو کسی کا بھی خریدار نہیں پر ظالم  
 دروہا قوت کی پھر غیر پر فرمائش ہے  
 یاد آئی مجھے ناصح کی زباں کی تیری  
 مُنفذ میں کیسا خیم صہبا کے بھر آیا پانی  
 ناگہاں نعلش پہ عاشق کی دمِ نوہ گری  
 دیکھ تو حسرت دیدار پس مُردن بھی  
 تیرے لب سے جو لبِ ساغر سرشار لگا  
 کوئی مذکور ترا کرنے ستمگار لگا  
 آنکھیں وہ کھول کے تگنے درد دیوار لگا  
 دیکھ اغوا سے رقیباں سے نہ تلوار لگا

کعبہ سے جانبِ بُتِ فنا نہ پھر آیا مومن  
 کیا کرے جی نہ کسی طرح سے زہنا لگا

شبِ غمِ فرقت ہمیں کیا کیا منہ دکھلا کھتا  
 یا تو دم دیتا تھا وہ یا نامہ بر بکائے کھتا  
 بل بے عیاری عدو کے آگے وہ پیاں شکن  
 سُن کے میری مرگ بولے مر گیا اچھا ہوا  
 یار و دشمن راہ میں کل دیکھنا کیونکر ملے  
 باتِ مشب کو اُس سے منعِ بقیراری پر پڑھی  
 کوئی دن تو اُس پہ کیا تصویر کا عالم رہا  
 کوئے صحرا لے چلے اُس کو سے میری نیش بکا  
 نارِ شوخی دیکھنا دقتِ نظمِ دمِ دم  
 دمِ رُکے تھا سینے میں کجنت جی گھبراے کھتا  
 تھے غلط پیغام سارے کون یاں تک آئے کھتا  
 وعدہ وصل آج پھر کرتا تھا اور شرماے کھتا  
 کیا بُرا لگتا تھا جس دم سامنے آجائے کھتا  
 وہ اُدھر کو جائے کھتا اور یہ اُدھر کو آئے کھتا  
 ہم تو سمجھے اور کچھ وہ اور کچھ سمجھائے کھتا  
 ہر کوئی حیرت کا پتلا دیکھ کر بچائے کھتا  
 تھا یہی ڈرانِ نونِ تلوار مرا کھجلائے کھتا  
 مجھ سے وہ عذر جاکر تھا اور جھجلائے کھتا

ہو گئی دورِ دز کی الفت میں کیا حالت ابھی  
 مومنِ وحشی کو دیکھا اس طرف سے جائے کھتا



خدا نگ آہ سے تیر تقنا کا کام لیتا تھا  
 سحر تک شام سے دل صبح سے تا شام لیتا تھا  
 یہ مجھ کو دیکھ کر دشمن کا بجا قسام لیتا تھا  
 بتاؤ کیا ترا میں گھر دشمن باہم لیتا تھا  
 ترے بن کر دشمن شمشیر سے اذام لیتا تھا  
 کہ ہیرا عاشق خطِ زمر دم لیتا تھا  
 نہ مجھ کو چین دیتا تھا نہ آپ رام لیتا تھا  
 کہ ہر ہر بات میں ناصح تھا را نام لیتا تھا  
 کہ میرے سامنے اس لب کے جو سے جام لیتا تھا

اگر مومن ہی ہوں مومن دے میں تو نہ مانوں گا

جو عہد دوستی وہ دشمن اسلام لیتا تھا

حلقہ گردابِ رشکِ شعلہ جوالہ تھا  
 وقتِ بارشِ انگر خود شیدائے ہر حال تھا  
 ہونٹِ برگِ لالہ تھے اذیلِ داغِ لالہ تھا  
 گردِ دیشِ چشمِ پری رود سا جہنم کا لہ تھا  
 صفہ اغیار اس کے گردِ مہ کا لہ تھا  
 میرے پہلو میں بھی وہ آگ کا پر کا لہ تھا  
 گرمِ خونی سے لبِ شمشیر پر تمنا لہ تھا  
 دیدہ ہفتاب میں سرِ مہ کا دنبالہ تھا

مومن عاشقِ طبعیت نو جوان سہمی مر گیا

عشقِ طفلِ چند سالہ دشمنِ صد سالہ تھا

ہماری جان شبِ تجھ بن دلِ ناکام لیتا تھا  
 یہی حالت ہی آٹھوں پہر تجھ بن کر دم لیتا تھا  
 عبثِ الفتِ بڑھی تم کو وہ کب لیتا تھا دم تم پر  
 چھٹایا کیوں مراد ان اتار کے ہنا ہم پھر نا  
 نہ کانٹوں پر کوئی یوں لوٹے ہوں میں بستر گل پر  
 رقیبوں پر ہوئی کیا آج فرما شمسِ جواہر کی  
 سحر تک شام سے تجھ بن ہی حالتِ لکھی دے  
 نہ مانوں گا نصیحت پر نہ سنتا میں تو کیا کرتا  
 میں اس کی بزم سے میں نہ ہر نی کیونکر نہ مروتا

وقتِ جوشِ بھر گریہ میں جو گرم نالہ تھا

آگ کیا ہم کو لگائی ابر نے تیرے بغیر  
 اس لبِ نازک کو برگِ گل سے دیتے ہیں شال  
 اک لگا ہر مہرِ دیوانہ ہم کو کمر گئی  
 دیکھ کر یہ مجمع اُٹھ کیا ہے ابرا شکا ہ  
 آجے کیونکر نہ نکلیں جا اشکِ نکھوں سے آہ  
 شورا الفت کے کیا کیا ہے مزہ حبِ د کو  
 آہ پر دد اپنی کب یب فلک تھی ات کو

میرے کوچے میں عدو مضطرب و ناشاد رہا  
 اُس روتی سے ذرا حیرت بہا رہا  
 بے کسی نے نہ دیا ہلے تہ خاک بھی نہیں  
 نقد جاں تھانہ سسر کے دیش عاشق حیف  
 لذت جو سے دم لپنے کی فرصت رہی  
 یاد سہوائے لے غیر ہونیاں ہوا  
 سر ٹکنے سے مرے سنگے راس کا توڑا  
 کرہ فاکت گردش میں طیش سے میری  
 چھوٹا دام شکستہ سے بھی آسان نہیں  
 لے چلو جوش جنوں جانب صحرا افسوس

شب خدا ہلے کہاں وہ مستم ایجا درہا  
 بارے اک دم اثر نالہ ذیاد رہا  
 تاقیامت الہم گر یہ حیلہ درہا  
 خون سسر ہا دسر گردن فرہا درہا  
 کیا اثر منتظر دھوت سسر ہا درہا  
 یاد رکھ بھول گیا جس کو وہی یاد رہا  
 یہی سودا ہے تو گھر کا ہے کو آباد رہا  
 میں ہا مجنوں ہوں کہ زنداں میں بھی آزاد رہا  
 میں گرفتار غم کیسویہ پتا درہا  
 جب مرے کوچے میں آکر وہ پریرا درہا

کہ غم خود گئے عشق بتاں اے مومن

میں سدا سوختہ حسن خدا داد رہا

میں نے تم کو دل یا تم نے مجھے رسوا کیا  
 کشہ ناز بہاں روز ازل سے ہوں مجھے  
 روز کہتا تھا کہیں مروتا نہیں ہم مر گئے  
 سر سے شعلے اٹھتے ہیں آنکھوں سے دریا جاری  
 روئیے کیا بخت خفتہ کو کہ آدمی اس کے  
 آتش الفت بھجادی اغناے اشک نے  
 آنکھ عاشق کی کوئی پھرتی ہوا عند فلا  
 دلبروں میں بیوفا میری وفا کی دھو مے  
 چارہ گر کہے میں اُس کے آستان سے لے گئے

میں نے تم سے کیا کیا اور تم نے مجھ سے کیا کیا  
 جان کھونے کے لئے اللہ نے پیدا کیا  
 اب تو خوش ہو بے وفا تیرا ہی لے کہنا کیا  
 شمع سے کس نے ذکر اُس محفل آرا کا کیا  
 میں یہاں دیا کیا اور وہ دہاں مٹو یا کیا  
 مدعی کی گرجی صحبت نے جی ٹھنڈا کیا  
 دیکھ لے میں مرتے مرتے سوئے درد کیا کیا  
 بڑا ہوس سے کیوں کہا تھا راز جو افشا کیا  
 ایک بھی میری نہ مانی نہ کہ سر پہ کیا کیا



غیر کا اور آپ کا گردل نہیں ہے ایک تو کیوں ترسے دل میں مرید آنے کا چہ چاکیا  
کیا غلش تھی رات دل میں آند دے قتل کی ناخن شمشیر سے میں سینہ کھجلا یا کیا

عرض ایماں سے خدا اُس فار تگر دیں کو بڑھی

تجھ سے اے مومن خدا سمجھے یہ تو نے کیا کیا

کسی کا ہوا آج کل تھا کسی کا نہ ہے تو کسی کا نہ ہو گا کسی کا  
کیا اُس نے قتل جہاں اک نظر میں کسی نے نہ دیکھا تماشا کسی کا  
نہ میری سُنے وہ نہ میں نا صحوں کی نہیں مانتا کوئی کہتا کسی کا  
مجھے مار ڈالا ہے انکار نے پھر یہ کہنا کہ کیا مجھ پہ دعویٰ کسی کا  
جو پھر جائے اُس ہو فاسے تو جاؤں کہ دل پر نہیں زور چلتا کسی کا  
صبا نکھت یار لائی کہاں سے نہیں خل اُس کو میں اصلا کسی کا  
دہ کرتے ہیں بیباک عاشق کشی یوں نہیں کوئی دنیا میں گو یا کسی کا  
کوئی کیا کرے آپ ہر جانی ہو تم نہیں میری جاں شکوہ بیجا کسی کا

دم الحذر اور عشق بتاں سے

تجھے ڈر ہے اے مومن ایسا کسی کا

محشر میں پاس کیوں دم فریاد آگیا رحم اُس نے کب کیا تھا کلاب یاد آگیا  
الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں لو آپ اپنے دامن میں صبا داگیا  
نا کامیوں میں تم نے جو تشبیہ مجھ سے دی شیریں کو درد تلخی فریاد آگیا  
ہم چارہ گر کو یوں ہی نہیائیں گے بیڑیاں قابو میں اپنے گروہ پر سیزاد آگیا  
دل کو قلق ہے ترکِ محبت کے بعد بھی اب آسماں کو شیوہ بیداد آگیا  
وہ بدگماں ہوا جو کہیں شعر میں مرے ذکرِ بیاں خلع و نوشار آگیا  
تمہے بیگناہ جراتِ پلوس تھی ضرور کیا کرتے دہم خجالت جلد آگیا

جب ہو چکا یقین کہ نہیں طاقت وصال دم میں ہمارے وہ ستم ایجاد کیا

ذکر شراب و حور کلام خدا میں دیکھ

موتن میں کیا کہوں مجھے کیا یاد آگیا

وعدہ و ملت سے دل ہو شاد کیا  
کچھ قفس میں ان دلوں لگتا ہے جی  
نالہ پیہم سے یاں فرصت نہیں  
ہیں اسیر اس کے جو ہے اپنا اسیر  
شوخ بازاری شیریں بھی مگر  
نشہ آفت سے بھوے یار کو  
نالہ اکدم میں اڑا ڈالے دھوئیں  
جب مجھے رنج دل آزاری نہ ہو  
پاؤں تک پہنچی وہ زلف خم بخم  
کیا کروں اللہ سب میں ہے اثر  
دلربائی زلف حبا ناں کی نہیں  
ان نصیبوں پر کیا اختر شناس  
روز محشر کی توقع ہے عبث  
گر بہائے خون عاشق ہے وصال

تم سے دشمن کی مبارک باد کیا  
آشیاں اپنا ہوا بر باد کیا  
حضرت ناصح کریں ارشاد کیا  
ہم نہ سمجھے صید کیا صیا د کیا  
در نہ فرق خسرو و فرہاد کیا  
سچ ہے ایسی بیخودی میں یاد کیا  
چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا  
میوفا کپھر حاصل بیداد کیا  
سرو کو اب باندھے آزاد کیا  
لولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا  
پیچ و تاب طرہ شمشاد کیا  
آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا  
ایسی باتوں سے ہو غا طرشاد کیا  
انتقام رحمت جلا د کیا

بتکدہ جنت ہے چلے بے ہراس

لب پہ موتن ہر چہ بادا باد کیا

دل بیتاب کو گر باندھ کر رکھوں نہ ٹھہرے گا  
لپش سے خاک میں بھی عاشق نہ فوٹ ٹھہرے گا  
سوا اس در کی زنجیروں کے یہ مجنوں نہ ٹھہرے گا  
کہ گنہ گاروں گنہ گاروں نہ ٹھہرے گا



نہ ٹھہرا ہوسے نہ دینے میں مفتوں نہ ٹھہریگا  
اگر گردشِ یاب ہے بچوں کی چشمِ میگوں کی  
مرے خط میں شکایتِ نس کی شہبازِ نظر کی  
اسے خوٹ گئی ہے بے طرح زانو سے جان کی  
سراپا بسکہ محو شوخی قاتل ہوں محشر تک  
کیا ہر عیادت گزار ادہ اُس نے آنے کا  
ہوئی تاثیر گر تھوڑی سی بھی اُس سرد موزوں کو  
میر نوین گئے ہم طویلِ شہائے جدائی سے  
وہ شاعر ہوں کہ یاد صول کا خم زنجیر کا کل سے

گردابِ دوس نہ ٹھہریگا توین بھی یوں ٹھہریگا  
کفِ ساقی میں جامِ یاد کا ٹکلوں نہ ٹھہریگا  
پردِ بالِ سبوتر ایک اک کو دن ٹھہرے گا  
یہ سر تک یہ پہ ہدم جس طرح رکھوٹ ٹھہرے گا  
مرے زخموں کی جاری ہی ہے گا خوش ٹھہرے گا  
تو جب تک جان ہی درودِ دل محزون ٹھہرے گا  
زمین کیا آسمان پر بالِ موزوں نہ ٹھہرے گا  
کہاں کہ دیکھئے وہ حسن و زلفِ دل ٹھہرے گا  
اگر دل کے قلق کے دھیان میں مضنون ٹھہرے گا

طوافِ کعبہ کا خوگر ہے دیکھو سدقے ہونے دو

تو سمجھو ذرا مومن ہے مومن یوں نہ ٹھہرے گا

یہ مذر استخوانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا  
نہ شادی مرگ ہو کیونکر ہے مرثیہ قتل دشمن کا  
ستم ہے گرمی ضبطِ فغانِ دآہ چھاتی پر  
کیا زنجیرِ مجھ کو چارہ کرنے کنوں میں جب  
نکل آیا اگر آنسو تو ظالمِ مت نکال نکھیں  
ہمارے خونِ بہا کا غیر سے دھوکا ہے قاتل کو  
ہوئی بلبلِ شلوخِ ہاں تنگ کس کس کی  
کوئی تیر کس کا دل میں کیا تھا کیا کر آنکھوں سے  
دم پہل کس کے فون سے ہم پی گئے آنسو  
خندِ نگِ بار کے ہمراہ نکلی جان سینے سے

میں الزام اس کو دیتا تھا قصو اپنا نکل آیا  
کہ گھر میں سے لیے شمشیر وہ رو تا نکل آیا  
کبھو بس بڑ گیا چھالا کبھو کھوڑا نکل آیا  
عدو کی قید سے وہ شوخ بے پڑا نکل آیا  
سنا معذور ہے مضطر نکل آیا نکل آیا  
یہ بعد انضالِ اب و ہی جس گڑا نکل آیا  
کہ فریادی میں منچہ کا منہ اتنا سا نکل آیا  
بھی رونے میں اک پرکاش کا کڑا نکل آیا  
کہ ہرزخمِ بدن سے خون کا دریا نکل آیا  
یہ ارمانِ ایک مدت سے جی میں جھانک ل آیا

بہت ناناں ہے تو لے قیس پر وحشت دکھاؤں گا  
کتابوں میں کبھو قصہ جو مومن کا زخمل آیا

روزِ حیزا جو قاتل دلجو خطاب تھا  
ناصح ہے طعنہ زن مری لاکامیوں پہ کیا  
پہرنے سے شامِ عذت تھکے یہ کہ سوز ہے  
کیا کیا شکن دیے ہیں دل آزار کو مگر  
عاشق ہوئے آپ کہیں گو اسی پہ ہوں  
وقتِ دواعیے بے سبب آزرہ کیوں کیا  
وہ چشمِ انظار کہاں باز بعد مرگ  
بے پردا غیر کے نہ ہوا ہوگا شب کہ صبح  
دیکھا نہ ہے یہ رشکِ سدودہ بلا کہ آج  
ہوں کیونش محو حیرتِ نیرنگہائے شوق  
کیا جی لگا ہے تذکرہ یار میں عیث  
روزِ جزا خدا بے جلاؤ کو ملا  
گو یا کہ خونِ ناحق مومن صواب تھا

بھکو تیرے عتاب نے مارا  
بزمِ میں بس ایک ہیں محروم  
لے کے دل بھی کجی نہیں جاتی  
کیا پسند آئی اپنی جوہر کشی  
یا مرے اضطراب نے مارا  
آپ کے جتنا ب نے مارا  
زلف کے بیچ و تاب نے مارا  
چرخ کے انتخاب نے مارا  
ترک آرام و خواب نے مارا  
شوقِ تیغِ خوش آب نے مارا  
بھکو تیرے عتاب نے مارا  
بزمِ میں بس ایک ہیں محروم  
لے کے دل بھی کجی نہیں جاتی  
کیا پسند آئی اپنی جوہر کشی  
خاک اٹھیں گے خاکِ جویں میں  
تشنہ کامی وصال کی مت پوچھ



خون کیونکر مرا کھلے کہ مجھے  
 یاد ایام وصل یار افسوس  
 لبِ میگوں پہ جان دیتے ہیں  
 جیسہ سائی کا بھی نہیں مقدور  
 نازک اندم سے لگی ہے آنکھ  
 کس پہ مرتے ہو آپ پوچھتے ہیں  
 یوں کبھی نوجواں نہ مرتا میں  
 اک سراپا حجاب نے مارا  
 دہرے انقلاب نے مارا  
 ہمیں شوقِ شراب نے مارا  
 اُن کی مائی جناب نے مارا  
 حسرتِ نزشِ خواب نے مارا  
 مجھے نکر جواب نے مارا  
 تیرے عہدِ شباب نے مارا

مومن از بس ہیں بے شمار گناہ

غمِ روزِ حساب نے مارا

دیکھ لو شوقِ ناتمام مرا  
 بے اثر ہے نغانِ خونِ آلود  
 آتشیں خو سے آرزوئے وصال  
 دیکھنا کثرتِ بلا نوشی  
 رتبہ اُفتادگی کا دیکھو ہے  
 کس صنم کو چھڑا دیا عطا  
 ہو کے یوسف جو دل چراتے ہو  
 اس لبِ لعل کی شکایت ہے  
 تو نے رسوا کیا مجھے اب تک  
 زانوے مُبت پہ جان دی دیکھا  
 غیرے جائے ہے پیام مرا  
 کیوں نہ ہوئے خراب کام مرا  
 پک گیا اب خیالِ خام مرا  
 کاسہ آسماں ہے جام مرا  
 عرش کے بھی پردے مقام مرا  
 لے خدا تجھ سے انتقام مرا  
 کون ہو جائے گا غلام مرا  
 کیونکہ رنگین نہ ہو کلام مرا  
 کوئی بھی جانتا تھا نام مرا  
 مومن انجام و اختتام مرا

بندگی کام آ رہی آخر

میں نہ کہتا تھا کیوں سلام مرا

تازہ بچا سے سوا شرم کے حاصل نہ ہوا  
خود گلا کاٹ موائیکہ میں بسمل نہ ہوا  
کس طرح بزم میں وہ آنکھ چراتے مجھے  
خون چھپانے کو مری لاش سے کہتا ہر وہ شوخ  
یاد کا کل میں بھی خود رفتگی اپنی نہ گئی  
دل دہی کیسی وہ دم دیتے ہیں سوئے دشمن !  
خون مرا ہار گئے کا نہ ہو کیوں اے قاتل  
آتشِ سینہٴ تفسیدہ کو کیا میں دوز  
دیتے تکلیفِ شبِ حیر میں کیا اپنے پاس  
بے حجابی کا گلہ کیجے تو کہتا ہے ترے  
کیا گئے ہوتے گرا دروں پہ بھی رتم آ جاتا

غیر بد ظلم کئے میرے مقابل نہ ہوا  
اُن کو آسوں نہ ہوا جو مجھے مشکل نہ ہوا  
دل کو کھیکریہ ڈرا تھا کہ میں نہ فل نہ ہوا  
مجھ کو یہ غم ہے کہ میں کیوں ترا قاتل نہ ہوا  
جوش و خروش سے میں پابند سلاسل نہ ہوا  
کیا نہ دیتے مجھے میں آپ ہی سائل نہ ہوا  
دستِ نگیں مری گردن میں حائل نہ ہوا  
اشکِ جانبِ کرہٴ آب کے مائل نہ ہوا  
نقدِ جاں پیش کش مرگ کے قابل نہ ہوا  
پردہٴ چشم کی تقصیر کہ حائل نہ ہوا  
شکر صد شکر کہ میرا سا ترا دل نہ ہوا

مر گیا جس پہ نہیں گھر میں رسانی اُس کے

تھا تو مومن میں دے غلہ میں دخل نہ ہوا

بنایا تو نے اس کو بھی دل بیتاب اپنا سا  
تو سب کو جانے ہوئے ہر عالمِ کتاب اپنا سا  
کہ ظالم رہ گئے منہ لے کے سب حباب اپنا سا  
بتلے اور کوئی غیرتِ مہتاب اپنا سا  
مجھے تو کچھ نظر آتا ہے یہ خونِ ناب اپنا سا  
یہ ممکن ہی نہیں ہوئے جو بیچ و تاب اپنا سا

فراقِ غیر میں ہے بقیہ زدی یاب اپنا سا  
کسی کا سوزِ دل ہر گز تجھے باور نہیں آتا  
جوابِ خونِ ناحق مرا ایسا کیا دیا تو نے  
اگر مرضی ہی ٹھہری کہ تجھ کو چھوڑ دوں مجھ کو  
یہ رنگِ آمیزیاں کیسی ہیں کس کا درہر دیکھو تو  
بنادے یہ زلفیں لاکھ بل کھایا کریں نیکن

اگرچہ شعرِ مومن بھی نہایت خوب کہتا ہے

کہاں ہے لیک معنی بند مضمون یا بپا سا



کیا مرنے دم کے صفت میں نہاں ستم نہ تھا  
 بخود تھے غش تھے محو تھے دنیا کا غم نہ تھا  
 شاید کہ دست غیر رات شاذ کش  
 جوشِ قلق نے اس کو بھی دلوانہ کر دیا  
 کیوں جو زِ متصل سے ترے غیر کھینچ گئے  
 چھڑکے ہو لوں زخم پہ وہ کیوں ہوں غمیں  
 میں مر گیا وہ چشم جو یاد آئی اندر یار  
 چھوٹا نہ دل میں کچھ بھی تپ بھرنے کہ رات  
 دریاں کو آنے دینے پیرے نہ کیجے قتل

مومن چلا گیا تو چلا جائے اے بتو

آخرتِ عظیم غا دیم بیتِ الصنم نہ تھا

غیر کو سینہ کہے سے سیمبر دکھلا دیا  
 زرد منہ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا  
 سمع سے تعریف سے صبر و سکون غیر کی  
 موت کے صدمے کہ دم بے پردہ آئے لاش پہ  
 اُس کے دل میں اب خیالِ قتل ہر دم آئے ہی  
 گوحد سے پیر ہوا اب بھی ہی ناسخ کی بت  
 نامِ آنقت کا نہ لونگا جب ملک ہے دم میں دم  
 جب کہا دل پھر دیوے کر دل پہلو میں ہے  
 اس قیامتِ قد کو شب بکھا تھا ہم نے خواب میں

وہ دیکھتے تھے سانس کو اور مجھ میں نہ تھا  
 جینا وصال میں بھی تو مرے سے کم نہ تھا  
 اُس لطفِ تاباں وہ میں کچھ آج خم نہ تھا  
 پہلے تو در نہ طبعِ مختل میں رہ نہ تھا  
 میں کیا حریف کشکشش و میدم نہ تھا  
 الماس کی تھی اس جہی تک الم نہ تھا  
 حیران ہیں کہ سے تھی پیالہ میں سم نہ تھا  
 روتے تھے زار زار آمد آنکھوں میں نہ تھا  
 در نہ کہیں گے سب کہ یہ کو چہ حرم نہ تھا

تم نے کیا کچھ کس کو اپنی بات پر دکھلا دیا  
 آج ہم نے اُس کو اپنا دور و زرد دکھلا دیا  
 کس نے شب مجھ کو تر پنے پیش درد دکھلا دیا  
 جو نہ دیکھا تھا تا ملا عسر بھر دکھلا دیا  
 موت کو کس نے اکہی میرا گھر دکھلا دیا  
 ناحق اُس جانِ جاں کو اک نظر دکھلا دیا  
 تو نے چاہت کا مزہ لے نسنہ گرد دکھلا دیا  
 میں نے ان کی ضد سے سینہ کا کمر دکھلا دیا  
 دل نے محشر کا سماں وقت سحر دکھلا دیا

صورتِ انسیار کو دیکھتے ہے وہ حیرت زدہ  
میرے رنگِ مسخ نے آئینہ گرد دکھلا دیا  
سخت کبھتتی ہوئی یہ بھی نصیبوں کا لکھا  
غیر کو خط نامہ برنے بے خبر دکھلا دیا

دیکھیں گے مومن یہ ہم ایمان بالغیب آپکا  
اُس بیت پر وہ نشیں نے جلوہ گرد دکھلا دیا

غیروں کچھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا  
میری طرف بھی غمزہ غماز دیکھنا  
اڑتے ہی رنگِ مسخ مرا نظروں سے تھما نہاں  
اِس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا  
دشنام یا رطبِ حزیں پر گراں نہیں  
اے ہمنفس نزاکتِ آواز دیکھنا  
دیکھ اپنا حالِ زار منجم ہوا رقیب  
تھا سازِ گار طالعِ ناساز دیکھنا  
ہر کام کا مال بُرا ہے جزا کے دن  
حالِ سپہر تفرقہ انداز دیکھنا  
مت رکھیو گردِ تارکِ عشاق پر قدم  
پامال ہونہ جائے سرافراز دیکھنا  
کشتہ ہوں اُس کی چشمِ نسوں گلائے مسیح  
کرنا سمجھ کے دُخوبے اعجاز دیکھنا  
میری نگاہِ خیرہ دکھاتے ہیں غیر کو  
بے طاقتی پہ سرز نشِ ناز دیکھنا

ترکِ صنم بھی کم نہیں موزِ جیم سے  
مومن غمِ آل کا آغا ز دیکھنا

کہہ رہا ہے کون کس سے بے شکیبائی ملا  
مجھ کو قسمت سے نصیحت گزری سودائی ملا  
میرے گھر بھی پھرتے چلتے ایک دن آجائیکا  
دو مبارکباد اب کی یار ہر جانی ملا  
گور میں بھی جوشِ غمِ دل سے نہ نکلا ہائے  
آپ ہی میں ہم نہیں جب کبج تنہائی ملا  
ہم بھی تو ناداں ہیں آخری اس مطالب کس لئے  
خضر موسیٰ کو بے تعلیم و انائی ملا  
پند گو حالِ زلیخا یاد کر کچھ خیر ہے  
کامِ دل جس کو ملا یاں بعد رسوائی ملا  
تلخکامی پر مجھے تجھ کو لبِ شیریں پہ ناز  
آمرے جادو سے، اعجازِ مسیحائی ملا  
ہے جنون ایسے کے آگے ٹھہرنے لے بواہوں  
دیکھتے ہی مجھ کو بھاگا جو تماشا ئی ملا



جستجو سے وصل دہر کی تمنا کس لیے کیا دلِ گم گشتے اے مہنگامہ آرائی مل

چھوڑ بتخانہ کو مومن سجدہ کعبے میں نہ کر

خاک میں ظالم نہ لیوں قدر حبیب سائی مل

ہم رنگ لاغری سے ہوں گل کی شمیم سما  
چھوڑا نہ کچھ بھی سینہ میں طغیان اشک نے  
یاران تو کے واسطے مجھ سے خفا ہوئے  
یاد آئی کافروں کو مری آہ سرود کی  
از بسکہ ثبت نامہ ہے سوزِ تپ دروں  
واعظ کبھی بلا نہیں کوئے صنم سے میں  
مارا ہے وصل غیر کے شکوہ پہ چاہیے  
کہتا ہے بات بات پہ کیوں جان کھائے  
واعظ بتوں کو خلد میں بیجا میں سے کہیں

طوفان باد ہے مجھے جھوکا نسیم سما  
اپنی ہی فیرج ہو گئی لشکرِ غنیم کا  
تم کو نہیں ہے پاس نیازِ قدیم کا  
کیونکر نہ کانپنے لگے شعلہِ جہیم سما  
قاصد کا ہاتھ ہے یہ بیضا کلیم سما  
کیا جانوں کیا ہے مرتبہ رشِ عظیم سما  
مدفن جدا جد مری لاشِ دو نیم سما  
گویا کہ پک گیا ہے کلیجہِ ندیم سما  
ہے وعدہ کافروں سے عذابِ الیم سما

مومن تجھے تو وہب ہے مومن ہی وہ نہیں

جو معتقد نہیں تری طبعِ سلیم کی

جوں نکبتِ گُلِ جنبش ہے جی کا کھجانا  
یا لغزِ محبت سے مشکل ہے سنبھل جانا  
سینہ میں جو دلِ تڑپا دھڑی تو دیا دیکھا  
اتنا تو نہ گھبراؤ راحت یہیں فرماؤ  
اے دل وہ جو یاں آیا کیا ہمیں ترسایا  
کیا ایسے سے دعویٰ ہو محشر میں کر میں نے تو  
ہے ظلمِ کرم جتنا تھا فرق پڑا کتنا

اے باد صبا میری کروٹ تو بدل جانا  
اُس رخ کی صفائی پر اس دکا پھسل جانا  
پھر بھول گیا کیسا میں ہاتھ کا پھل جانا  
گھر میں مرے رہ جاؤ آج اور بھی کل جانا  
تو نے کہیں سکھل دیا قابو سے کل جانا  
نفسِ رُخ کو، حسانِ اجل جانا  
مشکل ہے مزاج اتنا اک بار بدل جانا

حوروں کی ثنا خوانی و اعظایوں کی بانی  
 عشق انکی بلا جانے عاشق ہو تو پہچانے  
 کیا باتیں بناتا ہے وہ جان جلاتا ہے  
 مطلب ہے کہ وصلت میں ہے بوالہوس منتیں  
 لے آگہ ہے نادانی باتوں میں پہل جانا  
 لو مجھ کو اطمینان سودے کا تھل جانا  
 پانی میں دکھاتا ہے کافور کا جل جانا  
 اس گرمی صحبت میں لے دل نہ پگھل جانا  
 دم لینے کی طاقت ہے بیمار محبت ہے

امنا بھی غنیمت ہے مومن کا سنبھل جانا

کیا قہر طعن بوالہوس لے ادب ہوا  
 مجو جفا ستم کش الطاف کب ہوا  
 بوسے دم غضب سے الٹی سمجھ کو دیکھ  
 کس دن تھی اسکے دل میں محبت جواب نہیں  
 بجلی گری فغاں سے مری آسمان پر  
 جی طعن و صل حور سے کیا حسد دیا  
 از بس کہ تھی دسال میں غیروں سے ہم سہری  
 تھا میں برنگ شعلہ حوالہ بے قرار  
 بومیں عدو کے سوئے بغل سے مری آٹھے  
 اب اذن انتقام جفا سے فلک توڑوں  
 جرم رقیب قتل کا میرے سبب ہوا  
 رحم اس کو میرے حال پہ آیا غضب ہوا  
 بل جو پڑا جبین پہ تمنا کو لب ہوا  
 سچ ہے کہ تو عدو سے خفا لے سبب ہوا  
 جو حادثہ کبھی نہ ہوا تھا سواب ہوا  
 روز جزا کا ذکر محفل میں شب ہوا  
 عیش و سرور باعث لہجہ و تعب ہوا  
 جی خاک ہو گیا مجھے آرام جب ہوا  
 وہ کیا کہ سب کو جذبہ دل سے عجب ہوا  
 سو بار جوش نالہ اجازت طلب ہوا

رہط بتان دشمن میں اتہام ہے

ایسا گناہ حضرت مومن سے کب ہوا

اے آرزوئے قتل ذرا دل کو تھامنا  
 تاخیر بے قراری ناکام آنسریں  
 دیکھے ہے چاندنی وہ نہ میں پر نہ گریہ ہے  
 مشکل بڑا مرا مرے نائل کو تھامنا  
 ہے کام ان سے شوخ شائل کو تھامنا  
 اے چرخ اپنے تومہ کامل کو تھامنا



منظر یوں کس کا طرز سخن سے سمجھ گیا  
ہو صرصر فعال سے نہ کیونکر وہ مضطرب  
سیکھے ہیں مجھ سے نالہ نہ آسماں شکن  
یہ زلف خمِ تخم نہ ہو کیا تابِ غیر ہے  
اے ہلکے آہ تلخی ہجر اں سے دم نہیں  
سیماب وار مر گئے ضبطِ قلق سے ہم  
آغوشِ گور ہو گئی آخر ہو لہان  
سینہ پہ ہاتھ دھرتے ہی کچھ دمِ پینگئی  
باقی ہے شوق چاک گریباں بھی مجھے

اب ذکر کیا ہے ساری فاقص کو تھا منا  
مشکل ہوا ہے پردہِ تحمل کو تھا منا  
ھیادابِ قفس میں عنادل کو تھا منا  
تیرے جنوں زدے کی سلاسل کو تھا منا  
گرتا ہے دیکھ جامِ ہلاہل کو تھا منا  
کیا تھر ہے طبیعتِ مانس کو تھا منا  
آساں نہیں ہے آپکے بسمل کو تھا منا  
لو جان کا عذاب ہوا دل کو تھا منا  
بس اے رفوگر اپنی انا مل کو تھا منا

مت ، نگیو اماں بتوں سے کہ ہے حرام

مومن زبان بہہ ، سائل کو تھا منا

لے اڑی لاشہ ہوا لاغز بس تن ہو گیا  
بن تھے اے شعلہ روا تشکہ تن ہو گیا  
تھی کمیں میں غارت بوئے ہنگامِ خوا  
ایک ہی جنبش میں تھی صدرِ راحت خوابِ عم  
میرے جلنے پر جو رویا غیر تیری بزم میں  
پاؤں زنداں سے اٹھے کیا سر اٹھا سکتے نہیں  
جھانکتے ہیں کیا لالہ گِ اس پری رخسار کو  
شہر میں ہے شہرہ کس قدر قیامت زاکامیوں  
ہم یقینی جوشِ وحشت سے فلک پر پہنچتے  
آتشکوں کے بھرنے نے ڈلوایا ہے مجھے

ڈرہ ریگ بیاباں اپنا مدفن ہو گیا  
شمعِ قد پر میرے پروانہ برہمن ہو گیا  
شب کی بیداری تھر کا خواب رہن ہو گیا  
ظلمہاے اشک کو گہوارہ دامن ہو گیا  
سوزِ دل کو تب اشکِ آتش پہ روغن ہو گیا  
حلقہ زنجیر آخرِ طوق گردن ہو گیا  
پردہ تو بر تو افداک چمن ہو گیا  
جلوہ گاہِ شہر ہر ہوئے ویرزن ہو گیا  
خارِ دانگسیر یہ عیشی کی سوزن ہو گیا  
چشمِ سیراخ کو کشتی کا روزن ہو گیا

خاک اڑائی میں نے کیا طرز جنوں میں کی  
 دات سینہ سے دل جان و جگر سب کھٹکے  
 شبہاں آباد سارا بخد کابین ہو گیا  
 تھا چراغِ فاتہ ہم کو برقِ خرمین ہو گیا  
 دم جو کچھ باقی رہا تھا صرف شیون ہو گیا  
 بیکسی سے نزع میں اپنے کو رو یا آپ میں

اپنے و صہب کی کیا پڑھی اک اور مومن نے غزل

وہی دن میں یہ تو کیا ماہر فن ہو گیا

میں ہلاکِ اشتیاق طرز کشتن ہو گیا  
 دھو دیا اشکِ ندامت نے گناہوں کو جگر  
 ہو گیا منکرِ نویدِ وصل شادی برگ میں  
 کونسا گزرا یہاں سے شہسوارِ ناز میں  
 زخمِ نو بھی مرہمِ زخمِ کهن ہے چارہ گر  
 نیم جلوہ کو بھی دھکتے ہیں اب پردگی  
 بسکے ہیں سائے برس روتار ہا غم میں تر  
 آفتِ کمرِ جستی بریاں لکھیں کئے لئے  
 اور کی چاہت کا تو نے جب مجھ پر خیال  
 صاف تھا تو جب تک مجھ سے تو میں بھی تھا تھا

مومن دیندار نے کی میت پرستی اختیار

ایک شیخ وقت تھا سو بھی برہمن ہو گیا

قالو میں نہیں ہے دل کم حوصلہ اپنا  
 لبیکِ مرم ہم ہیں نا توں کلیسا  
 پھر شیخ و برہمن میں ہے کیوں غلغلہ اپنا  
 تھارو زنجیریں غم شہائے دراز آہ  
 طفلی سے ہے اختر شمری مشغلہ اپنا  
 بجائے ہی اغیار نکل آتے ہیں باہر  
 زنجیرِ دریل ہے یا سلسلہ اپنا



تھے وشت میں ہمارا مرے بد پندر  
 اس حال کو پہونچے تھے غم سے کرب ہم  
 زندہ نہ ہوا ہائے دل مردہ اگر چہ  
 صورت وہی عظمت وہی گردش ہی کیسے

انصاف کے خواہاں میں نہیں طالبِ زہم  
 تحسینِ سخن فہم ہے مومن سلسلہ اپنا

راز نہاں زبانِ اغیار تک نہ پہونچا  
 اللہ ری ناتوانی جب شدتِ قلق میں  
 روتے تو رحم آتا سوائس کے رو برو تیر  
 عاشق سے مت بیاں کر قتلِ عدو کا مژدہ  
 بے بخت رنگِ خوبی کس کا اکائیں تیر  
 محنتِ اولِ سخن میں عاشق نے جان دیدی  
 تھی خارِ راہ تیری مڑگاں کی یاد پھر شب  
 بختِ رسا عدو کا جو چلبے سو کہے اب  
 غیروں سے اس نے ہرگز نہ چھوڑی ہاتھ پائی

مومن اسی نے مجھ سے دی برتری کسی کو  
 جو لپٹ فہم میرا شہر تک نہ پہونچا

دیکھ کی جو ساعت دم کشتن ہے ہمارا  
 یہ کاہِ ریات بھی ہیں کم اے کششِ دل  
 افسوسِ موئے شمعِ شبِ دل کی مانند  
 ہناب کا کیا رنگ کیا دود و دغاں نے

جو دوست ہمارے سودھمن ہے ہمارا  
 مذکور چھالسا پس جاسن ہے ہمارا  
 جو بقیہ شادی ہے سو شیونہ ہمارا  
 احوالِ شبِ تار سے روشن ہے ہمارا

دیتا نہیں اس ضعف پہ بھی خوش بنو چھین  
تفریح نہ کیونکر ہو ہوا آ نہیں سکتی  
آغشہ سینچوں دست کر لو پوچھتے ہیں ہ  
گر پاس ہے لوگوں کا تو آ جا کہ قلق سے  
جذبِ دل اُسے کیسے بچ کر لائے وہاں لائے

بتخانے سے کعبے کو چلے رشک کے مالے

مومن بلدیہ راہ برہمن ہے ہمارا

ہماری اُس زلفت سے اب یہ بھی لیا ہو گیا  
گو جنازے پر حدود کے وہ خود ارا ہو گیا  
کس طرح معلوم ہو حالِ دل گم نشہ ہائے  
مرگ سے تھی زندگی کی آس ہو جاتی ہی  
ظلمہ ہنرہ ہی تھا دیکھ کر گھلے داغ  
چشمہ حیاں بنا اس کے لبوں کی شرم سے  
روزِ محشر کیا ہوا پھر کیوں شبِ دجور  
بیوفائی ہے سرشتِ اسکی سودم میں کہاں  
جان و دل پر لشکر آرائی تھی جوشِ یاس کی  
ہٹ گیا ہو گا دوپٹہ منہ سے سوتے میں کہیں  
لگ گئی چپ جھکو تو بھی بات وہ کرتا نہیں  
شریتِ مرگ آپِ حسرتِ شوخِ زہرِ غم  
رو دیا اس نے جو میری لاغری کو دیکھ کر  
ہے مشبک بسکہ روتے روتے چم اے ماہر

ہر رنگِ رواں دشت میں توں ہے ہمارا  
گویا درِ دلدار نشیمن ہے ہمارا  
اے کفِ جد میں دامن ہے ہمارا  
ہے لاش کہیں اور کہیں بدن ہے ہمارا  
جو غیر کا گھر ہے وہی مسکن ہے ہمارا

لو مرے بختِ سیاہ کو اور سودا ہو گیا  
یہ ہمارا بھی تو مر جانا سنا ہو گیا  
جو کیونترے گیا واں نارہ غنقا ہو گیا  
کیوں بُری حالت نہ ہوے غیر اچھا ہو گیا  
بیدِ محبوبوں شرم سے وہ سرورِ غنا ہو گیا  
پانی پانی بسکہ اعجازِ میسما ہو گیا  
کیا ہمارا نامہ اعمال کچھ وا ہو گیا  
ہم مزاحی کے سبب سے غرا پنا ہو گیا  
مفت اس بلوے میں شبِ خونِ تمنا ہو گیا  
شب یہاں رہنے کا تیر سبب میں چہا ہو گیا  
کیا کہوں قسمت کو کہنا دشمنوں کا ہو گیا  
تلخ کامی سے مجھ کیا کیا گوارا ہو گیا  
قطرہ اشکِ ندامت مجھ کو دریا ہو گیا  
شب جو اشک آیا سواک عقدہ تائیر ہو گیا

حق تو یہ ہے کیا غزل اک اور مومن نے پڑھی

آج باطل سائے استادوں کا دغوی ہو گیا

قیس کہتا ہے مجھے ناصح کو سودا ہو گیا  
اشک خونی سے مرے منہ زرد اس کا جہنم  
آپ اپنے ہاتھ سے میں نے رسو ہو گیا  
وہ قیامت قدر جو اکٹھا شربہ ہو گیا  
دیر گزری مرگ کو کیا جانے کیا ہو گیا  
غیر ہمساکب ہوا ہر چند ہمساکب ہو گیا  
زخم کاری کی ہنسی میں میرا کام ہو گیا  
آنکھ کی پتلی جو تھی جاو کا پتلا ہو گیا  
ایک دشمن سر سے کھدیا اور پیدا ہو گیا

میں تو دیوانہ تھا اس کی عقل کو کیا ہو گیا  
جوش عشق و حسن نے کیا رنگ بدلا دیکھنا  
سینہ زن یا جامہ در ہوتا ہے بن ماتم کوئی  
صور تھی منقار مرغ صبح پہلو سے مرے  
زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہیں  
یہ کسی سے ہو کہ ان لطفوں پہ گستاخی نہ ہو  
یوں لبِ خنجر کے بو سے متصل لینے نہ تھے  
سرمہِ سنجر سے ہم خود مسخر کیوں نہ ہوں  
نوفک میں کیا کرے یہ نالہ آتش فشاں

کفر ہے بے گلِ رخِ ترسا تھما سائے حسن

گلشن اپنے حق میں اے مومن کیسا ہو گیا

میں جان کر حریفِ تغافل نہ ہو سکا  
کیسا چراغ تھا یہ کبھی گل نہ ہو سکا  
یہ جامِ جم ہوا قدرِ گل نہ ہو سکا  
مشکل بنی کچھ ایسی تساہل نہ ہو سکا  
دشمن جو ہم ترارِ بلبیل نہ ہو سکا  
پاسِ درازی شبِ ساکل نہ ہو سکا  
کیا ناز تھے کہ مجھ سے تحمل نہ ہو سکا  
نظارہ مجھ سے جو نب سنبل نہ ہو سکا

کیا رشکِ غیر تھا کہ تحمل نہ ہو سکا  
ہوتا ہے آہ صبح سے داغ اور شعلہ زان  
اُس نے جو دل کو منہ نہ لگایا دو نیم ہے  
ماشوق نہ کہیں کہ آنکھیں قتلِ غیر میں  
کہتے ہیں گلشنِ اپنی گلی اُس کے دم سے تھی  
نفرت تھی اس قدر کہ نہ ٹھہرے وہ صبحِ دم  
پروردہ وفا سے کب ترکِ عاشقی  
وہ عکس زلفِ چشمِ عدد میں پیرا نہ ہو



سہی رہی بہی دل صد چاک کی ہوا      یہ غنچہ پاش پاش مگر ٹھٹھ نہ ہو سکا  
ہجر بتاں میں تجھ کو ہے مومن تلاش زہر  
غم پر حیرام خوار تو کل نہ ہو سکا

شونہ کہتا ہے بے حیا جانا      دیکھو دشمن نے تم کو کیا جانا  
شعلہ دل کو نہ زتا لیش ہے      اپنا جلوہ ذرا دکھا جانا  
شوق نے دور باش اعدا کو      اس کی محفل میں مر جانا جانا  
گلے لگتا ہے دم بدم مجھ کو      طوق گردن نے کیا خفا جانا  
اُسے ٹھٹھے ہی ہم جہاں اُسے      کیا قیامت ہے دل کا آ جانا  
گھر میں خود رنگی سے زھوم مچی      کیونکہ ہو اس تلک مرا جانا  
پوچھنا حالِ یار ہے منظور      میں نے ناصح کا مدعا جانا  
مے نہ اُتری گلے سے جو اس پن      مجھ کو یاروں نے پاسا جانا

شکوہ کرتا ہے بے نیازی سے

تو نے مومن بتوں کو کیا جانا

اس وسعتِ کلام سے جی تنگ آگیا      ناصح تو میری جان نہ مے دل گیا گیا  
مند سے وہ پھر رقیب کے گھر میں چلا گیا      اے رشک میری جان گئی تیرا کیا گیا  
یہ ضعف ہے تو دم سے بھی کب تک چلا گیا      خود رنگی کے مدد سے مجھ کو غش آگیا  
کیا پوچھتا ہے تلخی الفت میں پند گو      ایسی تولد نہیں ہیں کہ تو جان کھسا گیا  
کچھ آنکھ بند ہوتے ہی آنکھیں سی کھل گئیں      جی اک بلے جان تنھا اچھا ہو گیا  
میرا کلام ہی سے یونہی گھونٹتے تھے وہ      کیا سوچ کر رقیب خوش آیا خفا ہو گیا  
آنکھیں جوڑ دھونڈتی تھیں نگہ بے التفات      گم ہونا دل کا وہ مری نظروں سے پا گیا  
جتنی ہے جان آتش خس پوش دیکھ کر      چلون سے شعلہ رو کوئی جلوہ دکھا گیا

بوئے سمن سے شاد تھے اغیار بے تمیز  
 آو سحر ہماری فلک سے پھری نہ ہو  
 آتی نہیں بلائے شبِ غم نگاہ میں  
 اے جذبِ دل نہ تھم کر نہ ٹھہراوہ شعلہ رو  
 مجھ خانماں خراب کا لکھا کہ جان کر  
 مہندی ملے گا پاؤں سے دشمن تو آن کر  
 اس گل کو اعتبار نسیم و صبا آگیا  
 کیسی ہوا چلی یہ کہ جی سننا گیا  
 کس مہر و شش کا جلوہ نظر میں سما گیا  
 آیا تو گرم گرم و لبکن چلا گیا  
 وہ نامہ غیر کا مرے گھر میں گرا گیا  
 کیوں میرے تفتہ سینے کو ٹھکر لگا گیا  
 بوسہ صنم کی آنکھ کا لیتے ہی جان دیدی

مومن کو یاد کیا حجرِ الاسود آگیا

وہ ہنسے سمن کے نالہ بلبل کا  
 دھیان ہے غیر کے تحمل کا  
 ہم کسی شانہ میں سے پوچھیں گے  
 لاش کس کی ہے یہ غدو سے نہ یوجھ  
 حال ساقی سے کہے روتا ہوں  
 نکہت اس زلف کی صبا میں ہو  
 جلوہ دکھلائے تا وہ پردہ نشیں  
 نالہ شب نے یہ ہوا باندھی  
 مجھے رونا ہے خندہ گل کا  
 ہوش دیکھا ترے تغافل کا  
 سبب آشفنگ کا کل کا  
 میں ہوں کشتہ ترے تجاہل کا  
 کہ محترک ہے خندہ قنقل کا  
 اڑ گیا رنگ بوئے سنبل کا  
 میں نے دعویٰ کیا تحمل کا  
 ہو گیا گل چراغِ بلبل کا

حیلہ بے خودی سے ہے مومن

توڑنا ہم کو شیشہ صم کا

اشک و اثر و نہ اثرِ باغِ صدفِ ہوا  
 جلوہ افزائی رُخ کے لیے نوا  
 کیا یہ پیغامِ غیر ہے اے مرثیہ چمن  
 ہچکیوں سے میں یہ سمجھا کہ فراموش ہوا  
 میں کبھی آپ میں آیا تو وہ یہ ہوش ہوا  
 خندہ زن بادِ بہاری سے وہ گل کوں ہوا

ہے یہ غم گور میں رنج شب اول سے نزل  
 مجھ پہ شیرنگہ خود بخود آ پڑتی ہے  
 آفریں دل میں رہی خنجر دشمن کے سبب  
 درد شانہ سے تراخو نزاکت خوش ہے  
 وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے  
 کہ وہ مہر و مے ماتم میں سیہ پوش ہوا  
 عاجز احوال زبوں سے وہ ستم پوش ہوا  
 اپنے قاتل سے خفا تھا کہیں خاموش ہوا  
 کہ میں ہمدوش ہوں گو غیر بھی ہمدوش ہوا  
 کاسہ عمر غد و حلقہ آغوش ہوا

تو نے جو قہر خدا یا دلا یا مومن

شکوہ جو ربتاں دل سے فراموش ہوا

چلون کے بدلے مجھ کو زمیں پہ گرا دیا  
 برقی آہ کو جو میں نے کہا مسکرا دیا  
 فرماتے ہیں دھال ہے انجام ہمارے عشق  
 دھوتا ہے ہمد نامہ غیر اپنا حال کچھ  
 تاثیر سوزِ دل کرہ ناز ہے مگر  
 کیا شاد شاد ہوں کہ وہ ہے تلخ کام تر  
 دیکھانے میرے نالہ آہن گدازنے  
 رشکِ فغاں کی ہائے رقیبِ آفرینیاں  
 مٹی زدی مزارِ تلک آئے اُس پہ بھی  
 ہمدام دکھا اب اس کو کسی ڈھب کریم آ  
 اُس کی شرارتوں سے ہجر داغ داغ ہے  
 اُس شوخ بے حجاب نے پردہ اٹھا دیا  
 دل گرمیوں نے اُس کی کلیجہ جلادیا  
 کیا ناصح شفیق نے مژدہ مسنا دیا  
 آبِ حیا نے خطِ جبیں کیا مٹا دیا  
 اس شعلہ رو کو سینہ سے مرے لگا دیا  
 میری جو شورشوں نے غد و کو مزلو دیا  
 آئینہ دیکھنے کا تماشا دکھا دیا  
 محشر نے خفتگانِ زمیں کو جگا دیا  
 کہتے ہیں لوگ خاک میں اس نے ملا دیا  
 ناصح کو میرے حالِ زبوں نے رولا دیا  
 گل کھانے کو رقیب کا چھلا مٹکا دیا

ایسی غزل کہی یہ کہ جھکتا ہے سب کا سر

مومن نے اس زمیں کو مسجد بنا دیا

دلِ قابلِ محبت جاناں نہیں رہا وہ ولولہ وہ جوش وہ طغیاں نہیں رہا



ٹھنڈا ہے گر مجھ کو شئی افرونگی سے جی  
 کرتے ہیں اپنے زخمِ جبر کو زخمِ ہم آپ  
 دل سختیوں سے آئی طبیعت میں ناز کی  
 کیا اچھے ہو گئے کہ کھللوں سے برسے ہوئے  
 فتن ہیں کہ بے دماغ ہیں گل پر پہن نہط  
 آنکھیں نہ بدلیں شوخ نظر کو نہ کہ اب کہ میں  
 مالا میوں کا ٹاہہ گلہ گلاہ شکر ہے  
 بے تو وہ تو وہ خاکِ مسکندش ہو گئے  
 ہر لحظہ مہر جلوؤں سے ہیں چشم پوشیاں  
 پھرتے ہیں کیسے پردہ نشینوں سے منہ چھپائے  
 آسیبِ چشمِ قہر پری طلعتاں نہیں  
 بیکاری امید سے فرصت ہے رات دن  
 بے سیر و شست و باد یہ لگنے لگا ہے جی  
 کیا تلخی کامیوں نے لبِ زخم سی دیئے  
 بے اعتبار ہو گئے ہم ترکِ عشق سے  
 تیند آگئی فسانہ گیسو و زلف سے  
 کس کام سے رہے جو کسی سے نہ ہا نہ کام

کیسا اثر کہ نالہ و افقاں نہیں رہا  
 کچھ بھی خیالِ جنبشِ مژگاں نہیں رہا  
 صبر و تحملِ قلقِ جاں نہیں رہا  
 یاروں کو فکرِ چارہ و درماں نہیں رہا  
 از بس دماغِ خطرِ گرمیاں نہیں رہا  
 مفتونِ لطفِ نرگسِ فتاں نہیں رہا  
 شوقِ وصال و اندہ ہجراں نہیں رہا  
 سر پہ جنونِ عشق کا احسان نہیں رہا  
 آئینہ زارِ دیدہ حیراں نہیں رہا  
 رسوا ہوئے کہ اب غمِ پنہاں نہیں رہا  
 اے انسِ اکِ نظر کہ میں انساں نہیں رہا  
 وہ کار و بارِ حسرت و حرماں نہیں رہا  
 اور اس خراب گھر میں کہ وسیلاں نہیں رہا  
 وہ شورِ اشتیاقِ نکمداں نہیں رہا  
 از بسکہ پاسِ وعدہ و پیماں نہیں رہا  
 وہم و گمانِ خوابِ پریشاں نہیں رہا  
 سر پہ مگر غرور کا ساماں نہیں رہا

مومن یہ لافِ اُلفتِ تقویٰ ہے کیوں مگر

دلی میں کوئی دشمنِ ایماں نہیں رہا

الزام سے حاصلِ بجز الزام نہ ہو گا  
 قاصد سے ادا پا سخی پیغام نہ ہو گا

کین نہ کرو گئے اگر ابرام نہ ہو گا  
 کاش آبِ وہ آئیں جو سنوں ناز کی باتیں

ہاں جوشِ پیش چھڑ چلی جسے کہہ پر تو  
 ناکامی امید پہ صبر آئے تو کیا آئے  
 منقوش دلِ خلق ہے پر پینر کی خوبی  
 بیٹھار ہوں کیا منتظر دور میں ساقی  
 اس جوشِ پیش پر مشکل سے رسائی  
 کیا کیجئے دلِ شوخی فطرت پہ جو آجلے  
 گل رنگ ہوا گریہ نوحوں سے مراد امن  
 خو ہو گئی ہجر اب میں مڑنے کی سیل  
 ہیں پاک نظر ہم توئے ذوقِ فزا عشق  
 کم ظرفی اغیار پہ ساقی کو نظر ہے  
 وہ شوخ فریبِ قلقِ غیر میں آیا  
 کیا فتنہ محشر کو قدرِ یار سے نسبت  
 اغیار سے بے فائدہ ہے گرمی صحبت  
 ہے مہر تجھے دیکھ کے شرمندہ مشتاق  
 بلبل کے سے نائے کہ صبا کی سی کر بسعی

وہ عشق رہی اور نہ وہ شوق ہے مومن

کیا شعر کہیں گے اگر الہام نہ ہو گا

گر میں کبخت وہ بخیل ہوا  
 گر یہی بیخودی ہے صہیا میں  
 آسمان راہ پر نہیں آتا  
 ہائے وہ لافہائے خود کامی

جھٹ جائیں گے فرسودہ اگر دام نہ ہو گا  
 ہر بات پہ کہتے ہو کہ یہ کام نہ ہو گا  
 کتنا ہی کرے ظلم وہ بدنام نہ ہو گا  
 استوں میں کوئی میکدہ آشام نہ ہو گا  
 صد شکر گذر غمیر کا تا یام نہ ہو گا  
 یہ تو میں سمجھتا تھا کہ وہ رام نہ ہو گا  
 کیا اب بھی خجل چرخِ سیہ فام نہ ہو گا  
 گوچین ہو دل کو مجھے آرام نہ ہو گا  
 بے چاشنی بوسہ ز شنام نہ ہو گا  
 انسوں مے آلودہ لب جام نہ ہو گا  
 اب مجھ سے تو صبرائے دلِ ناکا ہو گا  
 بے قاص کشی و لولہ عام نہ ہو گا  
 کا ہے کو جلے گا جو کوئی خام نہ ہو گا  
 اتنا کہ ظہورِ سحر و شام نہ ہو گا  
 میرا نہ ہوا ہے وہ گلِ اندام نہ ہو گا

مجھ کو چھیڑا آسمان دلیل ہوا  
 کون مشتاق سلسبیل ہوا  
 دعویٰ خضر بے دلیل ہوا  
 غیر ہر کام میں دخیل ہوا

اب تغافل ہے وال مگر گرد  
کس قدر تیز رو ہے سوئے صنم  
اثر حسن و عشق تھا بے مثل  
العطش زن سپہر یار و عدو  
آپ کی کون سے بڑھی عزت  
آتش آہ بے اثر سی مری  
کوہ پی کی جواب میں جوں جوں

میرے آزار کا کفیل ہوا  
نامہ میر میرا جبرئیل ہوا  
میں ترا تو مرا عدیل ہوا  
بے گنہ خوں مرا سبیل ہوا  
میں اگر بزم میں ذلیل ہوا  
آسماں گلشن خلیل ہوا  
اور بھی میرا خط طویل ہوا

پائے مومن شہادت ہے اجر

بہر وصل صنم قاتل ہوا

غصہ بیگانہ وار ہونا تھا  
کیا شب انتظار ہونا تھا  
کیوں نہ ہوتے عزیز غریب نہیں  
مجھے جنت میں وہ صنم نہ ملا  
گر نہ تھی اے دل ہاسکے رنج کی تپ  
خاک ہوتا نہ میں تو کیا کرتا  
ہرزہ گردی سے ہم ذلیل ہوئے  
مرگِ شام وصال حرام ہا  
اور سے ہمکنار ہے دشمن  
شکوہ دہر پر کہا تم کو  
چشم بے اعتبار جانان میں  
صبر کر صبر ہو چکا جو کچھ

بس یہی تجھ سے یار ہونا تھا  
ناحق امید نار ہونا تھا  
میری قسمت میں خوار ہونا تھا  
حشر اور ایک بار ہونا تھا  
کیوں شکایت گزار ہونا تھا  
اس کے در کا غبار ہونا تھا  
چرخ کا اعتبار ہونا تھا  
صمد جاں نثار ہونا تھا  
آج تو ہمکنار ہونا تھا  
آفتِ روزگار ہونا تھا  
کیا مرا اعتبار ہونا تھا  
اے دل بے قرار ہونا تھا



کوئے دشمن میں جا پکڑتا کیوں      کیا مجھے شرمسار ہونا تھا  
وہ نمک پاش بھی نہیں ہوتے      یوں ہی دل کو نگار ہونا تھا  
خاک میں حیف یہ شرابیٹے      محتسب بادہ خوار ہونا تھا  
نہ گیا تیرنالہ سوئے رقب      مرغ عرشی شکار ہونا تھا

رات دن بادہ و صنم مومن  
کچھ تو پرہیزگار ہونا تھا

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا      رنج راحت فزا نہیں ہوتا  
بیوفا کہنے کی شکایت ہے      تو بھی وعدہ وفا نہیں ہوتا  
ذکر اغیار سے ہوا معلوم      حرف ناصح برا نہیں ہوتا  
کس کو ہے ذوق تحکامی لیک      جنگ بن کچھ مزا نہیں ہوتا  
تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے      ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا  
اُس نے کیا جانے کیا کیا لیکر      دل کسی کام کا نہیں ہوتا  
امتحان کیجئے مراجب تک      شوق زور آنہ ما نہیں ہوتا  
ایک دشمن کہ جہد ہے نہ ہے      تجھ سے یہ اے دعا نہیں ہوتا  
آہ طول مل ہے روزافزوں      گرچہ اک مدعا نہیں ہوتا  
نار سائی سے دم رُکے توڑ کے      میں کسی سے خفا نہیں ہوتا  
تم سرے پاس ہوتے ہو گویا      جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا  
حال دل یار کو لکھوں کیونکر      ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا  
رحم کر خصم جانِ غیر نہ ہو      سب کا دل ایک سا نہیں ہوتا  
دامن اس کا جو ہے دراز تو ہو      دستِ عاشق رسا نہیں ہوتا  
چار دُ دل سوائے صبر نہیں      سو تھکے سوا نہیں ہوتا

کیوں سننے غرض مضطر اے عموں میں  
صنم آخر خدا نہیں بدلتا

کیا ہوا ہوا اگر وہ بعد امتحاں اپنا  
خار و خس میں گمشدہ کے بوئے گل جو آتی تھی  
روز کا بگاڑ آخر جان پر بنا دے گا  
دشمن چھین لیا گیا ہمنشین شبِ فرقت  
بعد مدت اُس کوئے یوں بھرے بتلگ آکر  
صبر بعد آسائش اس قنق پیشکش تھا  
عشق بیت میں خود ایتودر خور پرستش ہیں  
دل کے لئے نیک ہے بس آپ کی خریداری  
دل کی بیکاری سے ہر پیش زمین فرسا  
دیکھے پس مردن حالِ خیم و جاں کیا ہو

دیر و کعبہ یکساں ہے عاشقوں کو لئے کون

ہو رہے وہیں کے ہم جی لگا جہاں اپنا

ہم جان فدا کرتے گرو عہدہ وفا ہوتا  
اس حسن پہ خلوت میں جو حال کیا کم تھا  
ایک ایک ادا سو دیتی ہے جواب اُس کے  
اچھی ہے وفا مجھ سے جلتے ہیں جلیں دشمن  
جنت کی ہوس و اعطیہ یہاں ہے کہ عاشق ہوں  
اس تلخی حسرت پر کیا جاشقی اُفت  
تھے کوئی یا عالی طعنوں کا جواب آخر  
مرنا ہی مقدر تھا وہ آتے تو کیا ہوتا  
کیا جلنے کیا کرتا اگر تو مری جا ہوتا  
کیونکر لبِ قاصد سے پیغام ادا ہوتا  
تم آج ہوا آجھو جو روز جزا ہوتا  
ہاں سیر میں جی لگتا گردل نہ لگا ہوتا  
کب ہم کو فلک دیتا اگر غم میں مزا ہوتا  
لب تک غم غیر آتا اگر دل میں بھرا ہوتا

ہے صلح عدد و بخیل تھی جنگ غلط فہمی  
ہونا تھا وصال اک شب قسمت میں بٹا کر  
ہے بے بخودئی دائم کیا شکوہ تغافل کا  
اس بخت پہ کوشش سے تھکنے کے سوا حال  
اچھی مری بدنامی تھی یا تری پر سوا ملی  
دیوانے کے ہاتھ آیا کب بند قبا اس کا

جیتا ہے تو آفت ہے مرنے کو بلا ہوتا  
تو مجھ سے خفا ہوتا میں تجھ سے خفا ہوتا  
جب میں نہ ہوا اپنا وہ کیونکر مرا ہوتا  
گر چارہ غم کرتا رنج اور سوا ہوتا  
گر چھوڑ نہ دیتا میں پاناں جفا ہوتا  
نافن جو نہ بڑھ جاتے تو عقدہ یہ واپس ہوتا

ہم بندگی بت سے نہ ہوتے نہ کبھی کافر

ہر جائے گمراہے مومن مویود خدا ہوتا

عدم میں رہتے تو شاد رہتے اُسے بھی فکرم نہ تھا  
ہوئی فحاشی نفرت افزوں گلے کے خوب خیرم  
پڑا ہے مرنے بس اب تو ہم کو جو اُن کے خطہ پڑھنا مرے  
کسی کے جلنے کا دھیان آیا دگر دردِ فغان میر  
جو آپ سے اٹھانے دیے کہیں کرتا میں جہت نی  
وصال کو ہم ترس ہے تھے جواب ہوا تو مزانہ پایا  
جہان سنگِ ہجوم و وحشت غمِ محکم پر بری بنی تھی  
مگر قیوں نے سرا کھایا کہ یہ نہ ہوتا تو سیرت  
وہاں ترقیِ جہاں کو ہے یہاں محبت ہر روز افزوں  
غظاک مانع کو ہو گوارا خواش انگشت ہا نازک  
یہ بے تکلف پھر رہی ہے کششِ عاشقانِ اسکو  
وصال تو ہے کہاں میسر مگر خیالِ مالا ہی میں

جو ہم نہ ہوتے تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتا  
وہ کاش کہ مٹھہر کے آنے کے سیر لکب بھی م نہ ہوتا  
کہا کہ گریہ یہ حال ہوتا تو دفترِ اسرار قم نہ ہوتا  
اگر ہزاروں سپہر بنے تمہاری آنکھوں میں غم نہ ہوتا  
اگر چہ یہ سرِ نوشت میں تھا تمہارے سر کی قسم نہ ہوتا  
غدر کے مرنے کی جب شی تھی تو اسکو رنج و الم نہ ہوتا  
کہاں میں جانا نہ جی کھڑتا کہیں جو دشتِ جدا نہ ہوتا  
نظر سے ظاہر حیا نہ ہوتی حیا سے گردن میں حم نہ ہوتا  
شریکِ سیا تھا بواہوں بھی جو بیوفائی میں کم نہ ہوتا  
جو آپ خط کی امید رکھتے جو قولِ جفّ القلم نہ ہوتا  
وگرنہ ایسی نزاکتوں پر خرام نہ اُکھ م نہ ہوتا  
مرنے لگتے ہوں نکلتی جو ساتھ اندازِ م نہ ہوتا

ہوا مسماں میں اور ڈر سے نہ دیکھیں و غلط کو کے مومن  
بنی تھی دوزخ بلا سے جنتی عذابِ ہجر صم نہ ہوتا



## ردیف الہا

گئے وہ خواب سے اٹھ غیر کے گھر آخر شب  
 صبح دم وصل کا دم تھا یہ حسرت دیکھو  
 شعلہ آہ فلک رتبہ کا اعجاز تو دیکھ  
 سوزِ دل سے گئی جاں بخت چکنے کے قریب  
 ملے ہو غیر سے بے پردہ تم انکار کے بعد  
 صبح دم آنے کو تھا وہ کہ گواہی دے ہے  
 غیر نکلا ترے گھر سے گئی اس دم میں جا  
 دی تسلی بھی تو ایسی کہ تسلی نہ ہوئی  
 اپنے تلے نے دکھایا یہ اثر آخر شب  
 مر گئے ہم دم آغا نہ سحر آخر شب  
 اول ماہ میں چاند آئے نظر آخر شب  
 کرتے ہیں موسم گرما میں سفر آخر شب  
 جلوہ غورشید کا ساتھ کچھ اُدھر آخر شب  
 رجعتِ قہقری پسرخِ دقمر آخر شب  
 غل ہوئے چور کے اُس کوپے میں گر آخر شب  
 خواب میں تو مرے آئے وہ مگر آخر شب

موسیقی کے قریب ہے غفلتِ مومن

نیند آتی ہے بہ آرام دگر آخر شب

قتلِ مرد میں مذرِ نزاکت گراں ہوا  
 دھشتِ میری سائے احباب چلے گئے  
 سجدے پر سرِ قلم ہو دغا پر زباں کٹے  
 قتلِ مدونے شوقِ شہادت مٹا دیا  
 ہیری میں صلِ غیرت و سفت ہو نصیب  
 مجھ میں ستم اٹھانے کی طاقت کہاں ہوا  
 آنا ہے گر تو آؤ کہ خالی مکاں ہوا  
 گویا نہ وہ زمیں ہی نہ وہ آسماں ہوا  
 لب پر ہائے غلغلہ الا ماں ہے اب  
 بختِ نامثال زینجاواں ہے اب

کہہ دیا قریبے تری بے التفاتیاں  
 رکھ لے سر پہ زانوے نازکے شوق سے  
 چشمِ غضب سے مشورہ قتل کھل گیا  
 بے طاقتی سے مجھ میں نہیں تاب التفات

وہ دن گئے کہ لات و گزات ہمارا دھما

موسن ہلکے خنجر ناز و مہتاں ہے اب

تم بھی رہنے لگے خفا صاحب  
 ہے یہ بندہ ہیسا بے وفا صاحب  
 کیوں اُچھتے ہو جنبش لب سے  
 کیوں لگے دینے خطِ آزادی  
 ہائے ری چھڑا ت سُن سُن کے  
 دمِ آخر بھی تم نہیں آئے  
 ستم آزار ظلم و جور و جفا  
 کس سے بگڑے تھے کس پہ عفتہ تھا  
 کس کو دیتے تھے گالیاں لاکھوں

نام عشق بتاؤ نہ ہو موہن

کیجئے بس خدا خدا صاحب

تھی دہل میں بھی فکرِ جدائی تمام شب  
 داں طعنہ تیرا باریاں شکوہ درخسہم ریز

وہ آئے تو بھی نیند نہ آئی تمام شب

باہم تھی کس ہزے کی لڑائی تمام شب

رنگیں ہیں خون سرودہ ہاتھ آجکل رہے  
 نالوں سے یان بان بھر تک نہیں لگی  
 یکبار دیکھتے ہی مجھے غش ہوا گیا  
 مرجاتے کیوں صبح کے ہوتے ہی ہجیر میں  
 گرم جواب شکوہ جو رہے دہر رہا  
 کہتا ہی وہ ہر ش تمہیں کیوں غیر گر نہیں  
 دھڑپاؤں ستاں پہ کہ اس آرزو میں آہ

جس باتھیں وہ دست خنائی تمام شب  
 تھا کس کو شغل نغمہ سرائی تمام شب  
 بھولے تھے وہ بھی ہوشربائی تمام شب  
 تکلیف کیسی کیسی اٹھائی تمام شب  
 اس شعلہ خونی جان جلائی تمام شب  
 دن بھر ہمیشہ وصل جدائی تمام شب  
 کی ہے کسی نے ناصیہ سائی تمام شب

مومن میں اپنے نالوں کے ہند کر کہتے ہیں

اُسکو بھی آج نسیب نہ آئی تمام شب

یاں کیا دنیا اٹھ جاؤں گھر دکتے ہیں آپ  
 ضبط نالہ بوالہوس کا ننگ کے باعث نہیں  
 سنگہ ہوا امتحاں تاثیر عشق کا  
 جذبہ دل نے غیر کے بھی کیا کہیں تاثیر کی  
 جلیے بھر اسکے کوئے دلکش میں کس لئے  
 کچھ کہو ہے کس سے وعدہ آج جاؤ گے کہاں  
 پاس تم کو تو نہیں تو ہلائیے غیروں کے پاس  
 وصل شیریں کی تمنا کو وہ کہن کو کیا کہوں

تک گیا میر بھی دم کیوں استفادہ کرتے ہیں آپ  
 شرم سے آہ و فغاں کے لبا اثر کرتے ہیں آپ  
 ہم ادھر کرتے ہیں اپنے وہاں دھڑکتے ہیں آپ  
 آج کیوں آتے ہوئے ہر گام پر پڑتے ہیں آپ  
 حضورِ دل سین میں آٹھوں پہر کرتے ہیں آپ  
 خود بخود پیٹھ پرے کیوں پڑھتے ہیں آپ  
 ریشہ رکول دکن سے میر گزرتے ہیں آپ  
 صحبت شاہان سے اور ب ہنر کرتے ہیں آپ

دل کی نیت کو دیا لے حضرت مومن کہیں

وعدہ میں کموں برہمن کو دیکھ کر دکتے ہیں آپ



## باب التاء

کیا دیکھتا غشی سے ہی غریب کے گھر بسنت  
 واں تو ہی درد پوش بہاں میں ہوں درد رنگ  
 کیس کے نہ درد چہرہ کا ابھیان بندہ گیا  
 آوارگی ہو باعث تشوہنسا کہ دیکھ  
 ہم قیدیوں کو چاہئیں سونے کی بیڑیاں  
 اُس شک گل کے ہاتھ تک کب پہنچ سکے  
 کس کو بھلا غفل کہ یہ ریتاں کا ہے گلاب  
 ہے ادلی بہار سیرستیوں کا جوشش

پھولی ہی یاں کچھ درہی ابے خبر بسنت  
 داں تیرے گھر بسنت یاں سیر گھر بسنت  
 میری نظر میں پھرتی ہی آنکھوں پہر بسنت  
 سر سبز جب ہوئی کہ پھری درد پر بسنت  
 ملے پارہ گر جان میں ہی جلوہ گر بسنت  
 سر سوں متلی پر نہ جاسے اگر بسنت  
 پھولی ہی بلخ عشق کی یاں ن کر بسنت  
 دکھائے ہی کچھ اب کی بہار دگر بسنت

مومن یہ کیا کہا کہ ہے رسم ہندو اب  
 کا ہے کو مائیں گے وہ مری گور پر بسنت

سودا تھا بلائے جوش پر رات  
 بگرے تھے یہاں وہ آن کر رات  
 ہم تاسحر آپ میں نہیں تھے  
 انسانہ سمجھ کے سو گئے وہ  
 آئینہ میں ہو نہ موم حبادو  
 تائے آنکھیں جھپک رہے تھے  
 اندھیر پڑا زمانے میں ہائے

بستر پر بچپائے نیشتر رات  
 بے طور بنی تھی جان پر رات  
 کیا جالے رہے نہ کس کے گھر رات  
 کام آئی فنان ہے اثر رات  
 سوتے نہیں اب وہ تاسحر رات  
 تھا بام پہ کون جلوہ گر رات  
 نہ دن کو ہے مہر نہ قمر رات

اس میں دہزار غم نے مارا  
 کیا پوچھو ہو منکر و نکیر آہ  
 یہ بات بڑھی کہ مر گئے ہم  
 تہ روز سیاہ تر رات  
 بگڑے جو دہ طعن غیر پر رات  
 موت آئی تھی قصہ مختصر رات

اُس گھر میں ہے عیشِ ظلم و مومن  
 کیا جانے کہاں ہر دن کہ ہر رات

کرتے ہیں مددِ دل میں حیراں کی شکایت  
 یوں کرتے تھے وہ سب ناناں کی شکایت  
 لے پردہ نشیں چلوں ٹھانے کہ نہ جل جلے  
 ہم خاک میں بھی مل گئے لیکن نہ ملے وہ  
 پامالِ تم ہے دل نا کام کے ہاتھوں  
 صد شکر وہ ابھی ہوئی تفتیر نہ سمجھا  
 ہے کس لئے مجھ سے اُسے دل دینے کا شکوہ  
 کیا بابِ جاہت پہ گذر ہو دے دعا کا  
 لے شور جنوں ڈرِ حیراں بند نہ ہو جائے  
 کیوں طعنہ سمجھ کر ہے گلہ شکر جفا کا  
 کس واسطے شمعِ زباں کھٹے ہیں لوگ  
 تھی بے موثر غمِ حیراں کی شکایت  
 کی ہوگی فلک نے مرے انفاں کی شکایت  
 کرتا ہوں میں آذیمِ نہاں کی شکایت  
 دل ہی میں ہی بخش جاؤں کی شکایت  
 کس ٹھنڈے سے کروں لولہ جاں کی شکایت  
 تھی برہمی زلف پریشاں کی شکایت  
 کرتا ہے جہاں میں کوئی احساں کی شکایت  
 سُنتا ہے اکثر کتب سے درباں کی شکایت  
 گر آئے لبوں پر مرزنداں کی شکایت  
 جانے دو کہ بیجا ہے پشیاں کی شکایت  
 کیا تو نے بھی کی تھی شبِ حیراں کی شکایت

حورانِ ہستی کو بتوں کا سنا نہ پایا  
 مومن مجھے کیوں نہ ہوا ایمان کی شکایت

## ردیف الشار

افشار شوق شکوہ اثر اس سے تھا عبث  
 میں ایک سخت بان ہوں گردِ دل کے پوچھ لو  
 تھا ہم پہ لطف تو ہے افزائشِ الم  
 اسے ہر دوش چمن تو ہر گز نہ چھپ سکے  
 امید وعدہ بھی تو نہیں روزِ محشر میں  
 اس ضعف میں تو سینے سے آتا ہی بے تک  
 کیا اپنے دردِ دل کا بھی شکوہ نہ کیجئے  
 گر چارہ سازِ حضرت عیسیٰ ہی کیوڑ ہوں  
 جس غم میں مر رہے تھے وہ غم ہی نہیں رہا  
 لے روزِ محشر کچھ شبِ بھراں بھی کم نہیں  
 یعنی کہا کہ مرتے ہیں تم پر کہا عبث  
 تم کو خیال ہے مرے آزار کا عبث  
 صد شکر غیر ہو گئے اس سے خفا عبث  
 چلون تو کیا ہی پرے کا بھی چھوٹا عبث  
 ہم سے وفائے زندگی بے وفا عبث  
 کہتے ہیں اپنے نالے کو ہم نارِ ساعیث  
 اُلجھے سے بات بات پہ لطف و تاعیث  
 گردِ عشق ہے تو امیدِ شفا عبث  
 افسوس مر کے دیکھا کہ جینا ہے کیا عبث  
 بدنام ہو جہان میں تیری بلا عبث  
 ہر گز نہ رام وہ صنیم ننگِ دل ہوا  
 مومن ہزار عیث کہ ایماں لگیا عبث

## ردیف الحسیم

ہونہ بیتاب ادا تھاری آج  
 آؤ گیا خاکِ خنجرِ غبار اپنا  
 ناز کرتی ہے بقیارِ آج  
 ہو گئی خاکِ خاکساری آج  
 نزع ہے اور روزِ عدل  
 ہے ہر طور دمِ شاری آج



مانج قتل کیوں ہوا دشمن  
 تیرے آتے ہی دم میں م آیا  
 کوئی بھیجے ہے دل کو پہلو میں  
 اس کے شکوہ سے ہی اثر ظاہر  
 اک نئی آرزو کا خون ہوا  
 چھٹ گئے مر کے نیش ہجر اک  
 بگیسی کیوں ہے نیش پر جمع  
 بھولے حضرت نصیحتاے ناصح  
 بان ہی جائے گی ہماری آج  
 ہو گئی یا اس امیدواری آج  
 کس نے کی اُس سے ہٹکاری آج  
 کچھ تو کہتی ہے آہ دزاری آج  
 ہم ہیں اور نازہ سو گواہی آج  
 کام کرتا ہے زحمت کاری آج  
 کیا ہوئی تو مری پیاری آج  
 ہے کسی کی تو یاد گاری آج

مومن اس بت کو دیکھ آہ بھری

کیا ہوئی لاف دین داری آج

پنجہ شائد سے تو زلف گرد گیر نہ کھینچ  
 ہم تو بچتے نہیں تا شام آئے بھی تو کیا  
 لے لے تم پیشہ مرے بعد کہاں نشہ عشق  
 ہے دوا میری وہی سو نہیں ممکن کہ لے  
 میں نہ کہتا تھا مصوّر کہ وہ ہی شعلہ مزاج  
 ہم جو انحر و محبت بھی سمجھ لیں گے بھلا  
 روزِ غم کون بھلا آن کے ہوتا دُشمن  
 اتنی فرصت دے شکر کہ پہنچ جائے جیل  
 دل سے دیوانہ کو مت چھیر نہ بخیر نہ کھینچ  
 لے دے سحری منت تاثیر نہ کھینچ  
 دیکھ غبارِ حشر کے شمشیر نہ کھینچ  
 چارہ گر رنج و مصیبت پے تدبیر نہ کھینچ  
 دیکھ تو صفحہ قرطاس پہ تصویر نہ کھینچ  
 اپنی ایذا سے تو ہاتھ اے فلک پیر نہ کھینچ  
 انتظارِ اثرِ فالہ شب گیسر نہ کھینچ  
 دم کے دم اور بھی سینے سے مریتر نہ کھینچ

مومن اب کیش محبت میں کہ ہر سب جائز

حسرتِ حومت صباؤ مزاسیر نہ کھینچ

# ردیف الحار

گر خندنے اور یہ بھی رہی یار کی طرح  
آواز گنبد اُس سے تمکایتِ عذ کی تھی  
سو نے دیانہ اُس نے شبِ وصل میں بھی کیا  
پھر تاسے بہرِ شستنِ مشاق کہ بہ کو  
ہوتے ہیں پائمال گل لے بادہ نو بہار  
چہین جہیں بلاؤ نگاہِ غضبِ سستم  
خورِ کجِ رشکِ غیر کی بھی ہم کو ہو گئی  
ہوتے ہیں قتلِ غیر اُدبِ رہے نگاہِ لطف  
کرتا ہے ابراہنا لہو پانی ایک کیوں  
بس تار کی ضعف کہ گلگشتِ باغ میں

ہم بھی نہیں گئے بوالہوسلِ خیار کی طرح  
ناچار چھپ ہیں صورتِ دیوار کی طرح  
ہم جا گئے ہیں طالعِ بیدار کی طرح  
کردش میں ہر وہ چرخِ تنگوار کی طرح  
کیس سے اڑانی تو نے ہر فتار کی طرح  
کرتی ہے قتل اُس بیتِ غورِ خوار کی طرح  
اب اور کچھ نکالنے آوار کی طرح  
ارباں مرے نکلتے ہیں تلوار کی طرح  
کب دوسکے گادیدہِ خونبار کی طرح  
چھتے ہیں میر پاؤں میں گلِ خوار کی طرح

دل میں ہولے بُتِ کدہ ظاہر میں کیا حصول

رہنا حرم میں مومنِ مکار کی طرح

ردیا کریں گے آپ بھی پیروں اسی طرح  
آتا نہیں ہر وہ تو کسی طہبے داؤ میں  
تشبیہ کس سے دوں کہ طرحدار کی مرے  
مرچک کہیں کہ تو غمِ بھراں سے چھوٹ جائے  
نے تابِ بھیر میں ہے نہ آرامِ وصل میں

آہٹا کہیں جو آپ کا دل بھی مری طرح  
ملتی نہیں ہو ملنے کی اُس کے کوئی طرح  
سب سے زالی و شمع ہو سب سے نئی طرح  
کہتے تو ہیں بھلے کی وہ لیکن بُری طرح  
کم بختِ دل کو چین نہیں ہے کس طرح

لگتی ہیں گالیاں بھی ترے ساتھ کیا بھی  
 پا مال ہم نہ ہوتے فقط جو رچرخ سے  
 نے جاگداں بنے ہی نہ بن جا چین ہے  
 معشوق اور بھی ہیں بتا دے جہان میں  
 قربان تیرے پھر مجھے کہہ لے اُسی طرح  
 آئی ہمارے جہان پہ آفت کئی طرح  
 کیا کیجئے ہمیں تو ہے مشکل بھی طرح  
 کہتا ہے کون ظلم کسی پر کسی طرح  
 ہوں جاں بلب بتانِ سنگمر کے ہاتھ سے  
 کیا سب جہاں میں جیتے ہیں مومن اُسی طرح

## روایتِ اکھار

غڈ نے دیکھے کہاں شکستِ چشمِ بریاں سُرخ  
 نمودِ حسنِ خطِ یار سے نہ ہو کیونکر  
 تھا لے دشنہ کا دستِ جھانے کام کیا  
 زبس نگار ہو پاؤں غارِ خار سے  
 مل ہیں غیر نے ہائے نگار سے آنکھیں  
 گمانِ تیرے اپنا تو رنگِ دہے اور  
 ہوا ہوں عشق میں چل پیرہن کے لازم پر  
 سرایتیں ہیں یہ طوفانِ شگفتہ کی  
 کرم جو غنیمت ہے دیکھا لہو اُتر آیا  
 نویدِ مرگ نکھیں جو ہیں زخمی لبِ یار  
 نظارہ رُخِ مژم سے کیوں غم ہو کہ تھا  
 نہ استیں ہی نہ دمال ہی نہ دمال سُرخ  
 بہار ہے جو تیرے سبز ہونا یاں سُرخ  
 ہے دردِ رنگِ گلو حلقہ گر یاں سُرخ  
 تمام دشتِ جوں صحتِ گلستاں سُرخ  
 سرِ شکِ خوں نہیں بچے ہائے مژگاں سُرخ  
 سیاہ مٹی سے ہے ہی چشمِ باناں سُرخ  
 مرا کفن بھی ہو جوں بامہ شیداں سُرخ  
 کہ ایک ایک شجر ہے برنگِ مرجاں سُرخ  
 نہ پوچھ کیوں تیری نکھیں ہیں جگ ناداں سُرخ  
 کہ رنگِ پاں سے ہو اور لعلِ خداں سُرخ  
 ہزار رنگ بھی پیش درودِ ہجران سُرخ



ہمارے خون کا دھبہ جلے حشر تلک وہ لاکھ بدے قباہی رہے گا داماں سُرخ

غریب گریہا خونی رہ نہ کر مومن

لباس مینی پہنتے نہیں مسلمان سُرخ

## ردیف الدال

اہم دلم محبت اُدھر چھٹے اُدھر بس نہ  
دیکھا نہ کسی کی طرف ایساے حیا سے  
یہ مُشت پر سوختہ پھولیں گے قفس کو  
وہ آخر شب آئے ہیں کھبیات تو کروں  
کیا ٹھہرے دل بواہو ساں میں تری کنت  
جاسکتے نہیں جلتے ہیں اُس کو میں جو نامح  
شاید کہیں تو نے بھی اُسے خواب میں دیکھا  
لے سر زش سینہ مجھے وہ سینہ دکھا دے

کیا حضرت مومن کہیں کہتے کہ سدا ہمارے

سنان ہے دُرس لئے کیوں آج ہے در بند

غربت میں گل کھلا ہو کیا دلم کی یاد  
نگلوں قباہین کے کیا قتل غیب کو  
از خویش فتنگی ہو عیاں کشن دماں زماں  
تو آئے نہ ہوئے تو کیا جلنے کیا کرے

جیسے قفس میں مُغف چمن کو چمن کی یاد  
کیا آئی اپنے کشتہ خونی کلن کی یاد  
دکھلائے گی عدم ہی کہیں اس دہس کی یاد  
دشمن کے دل میرے دم تعلق کی یاد

اے محنت تو نہ ہو اگر پوشیدہ کو درک نہ  
 ناشکوہ غیر کا نہ کروں مجھ سے کہتے ہیں  
 پھر یہی من کے ہوتے ہیں ٹکڑے رنگ گل  
 ایسے ہی روز گر ستم نوبہ نور ہے  
 آئی ہے مجھ کو سنگِ دل ل شکن کی یاد  
 کیوں سرگزشتِ تم کو بھی پرکھ کن کی یاد  
 پھر مجھ کو آگئی کسی گل سپرہن کی یاد  
 تم کو بھلا رہے گی سپرہن کی یاد  
 ہے کفر و بدعت ایک نہیں تارِ سم سے  
 زنا و مومن آئے ہے کیوں برہمن کی یاد

نامہ رونے میں جو لکھا تو یہی گلا کا غد  
 اس کے کوچے سے چلائے ہے اڑتا کا غد  
 کیا جواب آئے کہ کثرت سے خطوں کے میر  
 سب نفیشتے ترے اغیار کو دکھلاؤں گا  
 لکھ کے بدستی غم تاکہ وہ میکش پڑھ لے  
 مشق کرتے ہیں کیوں لفظ نظر بازی کی  
 رنگ اڑ جانے کا احوال اُسے لکھنا ہے  
 وصف لکھوں میں تری آنکھ کے دُوروں کا اگر  
 ہو گیا اُس لبِ لعل دُورِ نذاں کے سبب  
 ضد یہ ہے خط سے مرے تاق ہزاروں کھائے  
 یاں تلک تو ہوں بسیکا کوئی پڑھ نہ سکا  
 قبر میں چھوٹے عذابِ دل بنیا ہے ہم

کہ بنا ہم گسپرِ صغیر دریا کا غد  
 بھاڑ کر پھینکے یا کیا مرے خط کا کا غد  
 کیا یا ب سیاہی بنی عنقا کا غد  
 عا ناہی تو مرے پاس ہیں کیا کیا کا غد  
 باندھ دیتا ہوں سرِ شیشہ صہبہ کا غد  
 پردہ دیدہ مشتاق ہے یہ یا کا غد  
 زردی رخ سے زرافشاں میں کرہل کا غد  
 رنگ گل خامہ دئے تر گس شہلا کا غد  
 لسنیہ لسنیہ اکسیر مسی کا کا غد  
 دست اغیار میں بھی اگر کبھی دیکھا کا غد  
 حشر میں جب مرے اعمال کا کھولا کا غد  
 نام جب لکھ کے ترا مبنہ یہ رہ کھا کا غد

تو غزل سنکے ہے یا مرثیہ خواں اسے مومن  
رہو دیا جس نے کہ دیکھا ترا لکھا کا غد

## ردیف الراءے

کیونکر پس ہو اباؤں کہ یاد آتا ہو رہ رہ کر  
کہاں تختِ جگر میں سیل گریہ میں پڑھا دریا  
بہارِ بلوغِ دودن سے غنیمت جان لے بھل  
نوبت لے دل کہ شکِ فیسر سے چھوٹے اسے ستم  
ستم سے غنیمت گریہ سیریتِ غول نے کی پر کی  
لگی ہلکی سی سر زانو غم پر ہے کہ یاد آیا  
وہ تیرا مسکرانا کچھ مجھے ہنٹوں میں کہہ کر  
سچے آتے ہیں آدو بے ہوؤں کے شے بہ کہ  
ذرا ہنس مجھ لے ہوز مزہ پر داز چہ کر  
ستم کا کرو یا خود گر جفا و جور ستم کر  
رکھ دو مالِ حشمِ خونفشاں پلا کہ بے نہ کر  
کسی کا ہاتھ نہ م مارنا زانو پہ قدہ کر

خدا کو مان اپنی راہ لے کعبہ کو جا مومن

صنم غار میں کیا لیوے گا لے گم گشتہ رہ کر

اے تندر تو آجا کہیں تیغا گھر سے باندھ کر  
یا وہ ڈبوئے گا زمیں یا ہم ڈلوں گے فلک  
خط میں تو لکھ سکتا نہیں حوالِ سودِ دل اسے  
دشمنِ سنگ کو چہ ہو اس شوخ آہو جسم کا  
ہے سُخ شیکا اور غولِ غنیمت میں رنگا ہوا  
آجھا تک تو بھی تو کہیں بے دید کسی لکھٹکی  
جراح کیا سوچا بتا کیا رنگ دیکھا کیا ہوا  
کن بدلوں سے ہم کفن چھڑیں گے باندھ کر  
آجکلے تو رہتے ہیں ہم شرطِ ابر تو باندھ کر  
پر بھیج دوں گی میں یہی چٹا کے بچے باندھ کر  
نادم ہوں کعب گریں کا نامہ بک باندھ کر  
کیا قتل پر کمر بکھڑے ہو گھر سے باندھ کر  
بیٹھے ہوئے ہیں وزنِ یار در در باندھ کر  
کیوں کمول لی پیٹھے زخم جگر باندھ کر



دیوانہ نازک ہوں میں قصائد مرثاں میسر لے فہرست سیر ہاتھ کو تارِ نظر سے باندھ کر

مومن سے اچھی ہو غزل تھا اسلئے نہ ورثہ

کیا کیا مضامین لائے ہم کس کس ہنر سے باندھ کر

جاتے تھے صبح نہ گئے بتیاب دیکھ کر  
پایا جو دشمنوں نے ترے پاس اعتبار  
یہ تشنہ کامی نگہ گرم دیکھنا  
تو بہ کہاں کدورتِ باطن کے ہوش تھے  
اٹھی نہ نعش ہی ترے کوچہ سے بعد قتل  
رُویے وہ میرے حال پہ حیران کیوں ہو  
شوقِ وصال دیکھ کر آیا عدد کے گھر  
ہے ہے تمیز عشق دہو کر آج تک نہیں

طالع ہا لے چو نکٹے خواب دیکھ کر  
آنکھیں چراتے ہیں مجھے احباب دیکھ کر  
حیرت زدہ دیا طرفِ آب دیکھ کر  
غش ہو گیا میں رنگتِ تاب دیکھ کر  
ہم نہ پڑے زمین کو خاں داب دیکھ کر  
آنکھیں سی کھل گئیں رنایا دیکھ کر  
سوجھانہ کچھ مجھے شبِ مہتاب دیکھ کر  
وہ چھپتے پھرتے ہیں مجھے بتیاب دیکھ کر

مومن یہ تاب کیا کہ تقاضا سے جلوہ ہو

کافر ہوا میں دین کے آداب دیکھ کر

یاد اُس کی گری محبت دلاتی ہے بہار  
کوہِ صحرا میں لپے فرحت پھرتی ہے بہار  
کھل چکی دگس کہ شرارتی ہی جاتی ہے بہار  
جلوہ لالہ رقیہوں کو دکھاتی ہے بہار  
آمد آمد ہے عین میں کس سسمنِ ندام کی  
خاک تو مرغِ گلستاں کو خزاں ہی نے کیا

آتش گل سے مرا سینہ جلاتی ہے بہار  
میں تو کیا اُن کو بھی دیوانہ بناتی ہے بہار  
دیکھ کر اُس کی بہار آنکھیں چراتی ہے بہار  
داغ کھانے پر مگر کیا داغ کھاتی ہے بہار  
سبزہ خواہیڈ سے محفلِ بچپاتی ہے بہار  
دیکھئے اب نہ کر کیا خاک کداتی ہے بہار

سے خزاں میں بھی وہی جوش جنوں کیا ہو گیا  
جوش گل سے یاد آتی ہیں تری رنگینیاں  
داغ اور زخم اس میں ہیں جولاہ دگل اس میں ہیں  
امتیاز دل ہی دلبری میں فسق ہی  
محو حیرت کو دصال، بھر دونوں یکساں  
میری ضد سے غیر پر تیری عنایت دیکھ کر  
اب بدلے فصل ہی میں غیر بھی کھاتے ہیں گل  
چشم گلشن پر قدم رکھتا ہوا گو آئے گا  
خندہ دیوانگی یاں بعد مردن بھی رہا  
کچھ سولے گر یہ جوں پر اپنی سمت میں نہیں

اب کہیں پاس اپنے ہم کو ہی بلاتی ہے بہار  
رنگے فتنے سے مر گیا رنگت سے ہے بہار  
فصل ہی یا آپ کے عاشق کی بھاتی ہے بہار  
تم کو بھاتی ہے خزاں و رہم کو بھاتی ہے بہار  
بلبل تصویر کو کب یاد آتی ہے بہار  
سبزہ بیگانہ کے قربان جاتی ہے بہار  
دیکھئے اس سال کیا کیا گل کھلاتی ہے بہار  
عطر فتنہ میں گل نہ گیس بسا تی ہے بہار  
خاک کے اگنے ہیں گل ان کو سنہاتی ہے بہار  
دعسراں ہی کیل ہو مجھ کو رلاتی ہے بہار

غنچہ ہائے آرزوئے موسم لب بکھلنے کو ہیں  
غیر مقدم گلشن ایاں میں آتی ہے بہار

بے مروت ناتواں ہیں نہیں کے روتا دیکھ کر  
خواب میں کیا خوش ہو یوسف کو زلیخا دیکھ کر  
تھی جہنم وہ نگاہ گرم بھی سوئے عدد  
قیس کی دیوانگی میں عقل کیا حیران ہے  
چشم زکس بد نظر ہے اور گل بے اعتبار  
خاک میں کیونکر نہ لوگوں بند گیا سو دین دیا  
عاشق کا ہمد کفن لانا کہ بس میں گر گیا

دل یا میں نے اُسے کیا جانے کیا دیکھ کر  
کھل گئیں آنکھیں تجھے اے جلوہ آنا دیکھ کر  
سُو بھی اپنی عاقبت کی ہم کو دنیا دیکھ کر  
مجھ کو وحشت ہو گئی تصویر سیلا دیکھ کر  
بے وفا سیرگستاں کیا کرے گا دیکھ کر  
اُس کے صحن خاد کا پناے سحر ا دیکھ کر  
چلوں سے جلوہ خورشید سیما دیکھ کر

یاد آیا سوئے دشمن اس کا جانا گرم گرم  
 اس کے ہٹتے ہی نہ ہیرا لگیا اب اسے  
 کیا تاشا تھا بھیکنا آنکھ کا ہے متیار  
 میں مانوں گا کہ چشم آبلے دید ہے  
 پھر گئی آنکھوں کے آگے شکل چشم فرمیں  
 دشمنی دیکھو کہ تا الفت نہ آجائے کہیں  
 کیوں گھبرائے وہ میں گھبرا گیا بلبل  
 انتظار ماہوش میں تو نہ ہو آنکھیں سفید  
 کاٹ لیتے دو گلا تم شوق سے گھرا یہ  
 سب ستم کے اماں نظر نہیں ناخ پوچھ  
 جو نقاب اٹھی مری آنکھوں پر پردہ چڑ گیا  
 کر لیا خاک آپ کو اس بستے پر پرانے ہائے  
 جل گیا جی اش کو مومن کی جلتا دیکھ کر

پانی پانی ہو گیا میں موج دریا دیکھ کر  
 گر پڑا میں دزدن دیوار کو نہ دیکھ کر  
 آنسو کو نہ تھستے اس سے نہ چھوڑا دیکھ کر  
 یہ نہ دیکھے رستے غیب اپنے تفت نہ دیکھ کر  
 پھر گئیں آنکھیں مری زکس کا بھکنا دیکھ کر  
 لے لیا منہ پر دو پٹہ حسان میں نہ دیکھ کر  
 حسرتیں آتی ہیں کیا کیا اس کو تنہا دیکھ کر  
 تبت دہم آتا ہی سوئے چرخ خضر دیکھ کر  
 ایک تھوڑی سی سبیل کا تاشا دیکھ کر  
 کیا کہوں میں غش ہوا کیا شوق کر کیا دیکھ کر  
 کچھ نہ سوجھا عالم اس پر دہلیز کا دیکھ کر  
 کر لیا خاک آپ کو اس بستے پر پرانے ہائے  
 جل گیا جی اش کو مومن کی جلتا دیکھ کر

## ردیف الراء ہندی

مومن خدا کے واسطے ایسا مکان چلو  
 عاشق تو جانتے ہیں دے دل ہی سی  
 اس طبع ناز نہیں کو کہاں تا اب انفعال  
 تا جا رہیں گے اور کسی خبر کو دل  
 دوزخ میں ال غلہ کو کوئے بتاں نہ چھوڑ  
 ہر چند ہے اثر ہے پر آہ و فغاں نہ چھوڑ  
 جاسوس میرے واسطے لے بدگمان چھوڑ  
 اچھا تو اپنی خوشی بدلے بد زبان چھوڑ



زخمی کیا عدو کو تو مرنا محال ہے  
 کچھ کچھ درست سے غصہ ہی چلے میں ہم  
 جس کو یہ میں گوار جیسا کانہ ہو سکے  
 کر بھیڑ بھی اشک اشک آئیں تو جانوں عشق ہے  
 قربان جاؤں تو مجھے نیم جانہ چھوڑ  
 ایک چند ان کی کمری سے آسمان چھوڑ  
 اے عنذلیب اسکے لئے گلستان چھوڑ  
 حق کامنہ سے عنبر کی جانب ہواں چھوڑ  
 ہوتا ہے اسن جیم میں حاصل وصال حور  
 مومن عجب بہشت ہے دہر مغاں نہ چھوڑ

## ردیف الزار

سے چشم بند پھر بھی ہیں آنسو رواں ہنوز  
 یہ دل کھائے ہیں شبِ فراق نے ہم کو از  
 مر بھی گئے جدائی میں پردہ نشیں کی پر  
 ہم تیرہ بہشت خاک میں بھی مل گئے ولے  
 یاں امتحان مرگ سے فارغ ہوئیں یا  
 تشبیہ دی تھی میں نے کہیں انگلیں سے  
 بارغ جہاں میں گدہ خود داد آگیا  
 روز جزا نہ قتل کا انکار کر کہ ہے  
 یاں اپنا ان کی چاہ میں سرنا یقیں نہ  
 جی سرد ہو گیا ہے دلے دلپایاں ہنوز  
 وہ رشک آفتاب نہیں ہیریاں ہنوز  
 آیا نہیں زبان پر درد نہاں ہنوز  
 کچھ کم نہیں غبارہ دل آسمان ہنوز  
 واں اپنے ہی پہ مرنے کا ہی امتحان ہنوز  
 بتحالہ خیر ہے لب شیریں دہاں ہنوز  
 یاں ہے اسی بہار پہ فصل خزاں ہنوز  
 دامن پہ تیرے میرے لہو کا نشان ہنوز  
 واں اور ہی کے چاہنے کا ہے گماں ہنوز  
 مومن تو ملتوں سے ہوئے پر بقول درد  
 دل سے نہیں گیا ہے خیال بتاں ہنوز

ہجران کا شکوہ لب تلک آیا نہیں ہنوز  
 لے جذب لے ہ خونِ سگر تو یک طرف  
 جا چک خدا کے واسطے لے موسم بہار  
 یہ اہتمام جو بکھیا تو نے لے تلک  
 یک چند اور کا ہش غم چشمِ انہات  
 واعظ ہمارے سامنے کر رہا ہے وصفِ جہ  
 ہوں خوں گزرتہ یا ر و شفاعت کے فائدہ  
 کیونکر مجھے گناہ رلیخا یقین آئے  
 کیا سوز و شک کی دلِ غبار کو خبر  
 ایسے ستم کے کہ مرا جی بٹھا دیا  
 ناصح رقیب سے بد آموز تر کہیں

اب کی دُورِ عشق صدم میں ہے گشتِ گم

مومن وہ لب یہ ہائے خدا یا نہیں ہنوز

لب چہ دم آیلے نالہ نہیں ہی ہنوز  
 ہائے پس مرگ بھی دفن کریں مجھ کو غیر  
 لے کے دلِ عقل دیں پتھر غارتِ عشق  
 روزِ جزا کیوں کیا خوں کا مرے اہتمام  
 مردہ دھیراں میں کیا شبہ پڑا دیکھنا  
 چاک سراپردہ سے جھانکے تھے وہ ایک دن

نغمہ غم بھی ترا پردہ نشیں ہے ہنوز  
 خاک میں مل چکا چرخ بر سرِ کیس ہے ہنوز  
 لے اجل چک کہیں جانِ حزیں ہے ہنوز  
 ہر عہد بدگماں تجھ کو یستیں ہے ہنوز  
 محو غم آرا تر آئینہ ہیں ہے ہنوز  
 سجدہ محرابِ در شعل جہیں ہے ہنوز

کیوں نہیں لانا اُسے آہ مری یاد ہے  
 کہہ دو فلک سے دم باز پس ہے ہنوز  
 وہ ہی فلک سے ہنوز وہ ہی میں ہنوز  
 چیں بچیں کیوں ہوں فرش میں چپکے ہنوز  
 جو دلت نہیں تیرے پاس بیٹھے ہیں بد تمیز  
 وصل بہاں کی دعا کرتے ہو شکر خدا  
 حضرت مومن تھیں دعویٰ دیں ہے ہنوز

## ردیف السین

یوں ہے شعلہ داغ مرے دل کے آس پاس  
 ہالہ ہو جس طرح بہ کابل کے آس پاس  
 ڈو یا جو کوئی آہ کمنارے پہ آگیا  
 طغیان بحر عشق ہے ساحل کے آس پاس  
 یہ غیرتِ فنا کا اثر ہے کہ بواہوس  
 بسمل تڑپتے ہیں ترے بسمل کے آس پاس  
 کیہ دعویٰ آہ جب رہا میں ہی کس لئے  
 ہیں جمع اقربا مرے قاتل کے آس پاس  
 لے قیس تیرے دلے کی غیرت کو کمیا ہوا  
 لیئے نے رنگ ناز سے ہیں محل کے آس پاس  
 مر رہا میں تاخوشی سے سہ سن دھال کی  
 یاد دعا کر دگلے مل مل کے آس پاس  
 کیا کیا جلی ہے بزم میں تجھ سے نہ جب پھرے  
 پروانے شمع شعلہ شائل کے آس پاس  
 ہے تو ہی بے ونا نہیں بار تو دیکھ لے  
 گل جامہ درمیں گور عنادل کے آس پاس

کافر ہے کون ہم میں سے مومن پھرے ہے تو  
 کہے کے آس پاس تو میں دل کے آس پاس

کھا گیا جی غم نہاں افسوس  
 گھٹل گئی غم کے ماتھے جاں افسوس  
 میرے مرنے سے بھی خوش نہ ہوا  
 جی گیا یوں ہی رائیگاں افسوس



شکوہ آزارِ غمیر کا جو کروں  
 مرتے ہم غمیر چھوڑتے نہ کیا  
 گلِ داغِ جنوں کھلے بھی نہ تھے  
 کشتہٴ روزِ محسّر کا اُس کے  
 بے وفائی ہوئی وفا کا سبب  
 مرگ پر اپنے ناتواں کی ترے  
 موت بھی ہو گئی ہے پردہ نشین  
 ہمیں کے کہتا ہوں کہ ہاں افسوس  
 تو نے الفت کا امتحان افسوس  
 آگئی باغ میں خزاں افسوس  
 مرگ کر فی ہے ہر زماں افسوس  
 غیر سے ہے وہ بدگماں افسوس  
 دل سے آیا نہ تاز باں افسوس  
 راز رہتا نہیں نہاں افسوس

تھا عجب کوئی آدمی مومن  
 مر گیا کیا ہی نوجواں افسوس

## روایت الشہین

کل دیکھ کے وہ عذارِ آتش  
 بھونکتا تپ غم نے جی کو بکھے  
 ہوئے نہ مقابلِ تفت وں  
 ہاں سیر دکھائے گا کہیں تو  
 اُفری تپ گرمیِ محبت  
 دل کو مرے یونج گبر جس کو  
 تو نے تو دہاں لگائی مہس دی  
 مت آئیو مری خاک پر تو  
 کیا کیا ہی جلی ہے یارِ آتش  
 دل کے ترے آبِ بخارِ آتش  
 بھڑکائے کوئی ہزارِ آتش  
 اسے نالہ شعلہ بارِ آتش  
 اس نام پہ جہاں نثارِ آتش  
 سجدے کرے بار بارِ آتش  
 یاں دلمیں لگی نگارِ آتش  
 برسے ہے سر مزارِ آتش

میں آہ زبان کشش جو کھینچوں  
باندھے ہے ابھی حصار آتش  
دیکھے ہے تو اور لگی ہے دل میں  
لے دیدہ اشک بار آتش

بڑھتا ہے کہیں غزل جو مومن  
لگ اٹھتی ہے ایک بار آتش

کہاں نیند بچھ بن مگر آئے غش  
تو یک صورت غائب کھلائے غش  
تمھاری کدورت سے غش مہ گسیا  
کیا لہو سے گل لے مار لے غش  
نہ ٹھہرے بس آئینہ کو دیکھ کر  
وہ اتنا کہ دیکھے تماخا لے غش  
قیامت جاؤں میں ہوں نازک مرغ  
نہ کیوں نکہت گل سے آ جا غش  
ترے بال لا کر سونگھا دے کہیں  
کہ غش ہو گئے چادہ فرما لے غش  
نہ ہو جب کہ میرا خیال دنا ست  
تو کیا اُس شکر کو پر دے غش  
خبر لو مری تم کہاں تک رہے  
یہ حالت کہ غش پہ چلا آئے غش

خدا کا جلوہ ہے مومن کہ تو  
گرا اُس بُت کو دیکھے تو ہو جائے غش

## ردیف الصاد

رد ہو تلبے بیاں غیر کا اپنا اخلاص  
چشم بد دور تھیں مجھ سے بھی کیا اخلاص  
غیر کرتا ہے بیاں مجھ سے تو میں کہتا ہوں  
بارے اب تک تو نہیں تجھ سے مر اس اخلاص  
غیر سے سلف کی باتیں ہیں مگر پھیرنے کو  
دشمنی کہتے ہیں جس کو وہ تمھارا اخلاص  
ہم بیاں سوہ اخلاص کا پڑتے ہیں صل  
اور بڑھتا ہوں وہاں غیر سے اس کا اخلاص

مجھ سے مل کر نہ رقیبوں میں سب کہہ دل لگا  
جنہیں لب کی تر سے پوچھنے کو کیفیت  
اُس سنگمرنے بناوٹ کی لگا دٹ بھی ش کی  
پس قتل آمری خاطر سے ٹھہر جاتا دن  
چاہتا ہوں کہ دل اس تنگ قلب سے بھٹ جا  
اب انہیں لکھتے ہیں ہم خط میں سر سر دشمن  
موت بھی آنہ پھری پاس ہمارے اب تک

دشمنی اب کی تری اور وہ پہلا اخلاص  
تیرے پیار سے کرتا ہے سب کا اخلاص  
ہمے قسمت مری کچھ کام نہ آیا اخلاص  
ظالم آخر تجھے مجھ سے بھی کبھی تھا اخلاص  
میرے ناصح کا ہے دنیا سے نرالا اخلاص  
جن کو لکھتے تھے سدا یا رسرا پا اخلاص  
سچ تو یہ ہے کہ بُرے وقت میں کیا اخلاص

• مومن اس زہد یابی سے بھی کیا بدتر ہے

اُس بیت دشمن ایساں سے ہمارا اخلاص

## ردیف الضاد

بے صبر کہہاں تپ داغ جگر سے فیض  
زاہد نگاہ بھر کے وہ بے دید دیکھ لے  
یادِ خطِ نگار میں ہم نہ ہر کھا موے  
بالطبع کر کریم ہو تو مفلس بھی ہے کریم  
ہے چہنغ سے اُمید کشائش عبت ہمیں  
ملنے کو خاک ہی میں بخیلوں کا مال ہے  
شب بھر کیلے ہے مبداءِ فیاض کا گلہ  
ترسا صنم پہ مر گئے ہم آہ جب ہوا

گلچیں کو کب ہوا شجر بار در سے فیض  
اتنا ہوا نہ خدمتِ اہل نظر سے فیض  
کیا آہِ ندگی کا ہوا ہی خضر سے فیض  
ہوتا ہے سال کا شجر بے ثمر سے فیض  
کس کو ہوا ہے خانہءِ دالہ در سے فیض  
دیکھو تو ہے کسی کو بھی غنچہ کے زر سے فیض  
تو بھی عیاں ہوا نہ دعائے سحر سے فیض  
جاری سچ کے لبِ حجاز اثر سے فیض



تصویر سے تری مجھے فکین دل کہاں کیا خاک تشنہ کام کو آب گہر سے فیض  
 کیونکر نہ غم ہو خلق کو مومن کی مرگ کا  
 تھا سب کو اُس کی ذات سراپا ہنر سے فیض

ہاں مان کہا نیچے ہوئے رقت و رتا قرض  
 سمجھیں گے قیامت میں ستم پیشہ و دم قتل  
 کیونکر ہے فلک نام عدد کو دریم داغ  
 گر کہئے کہ کیوں لیتے ہو تم دل کو تو وہ شوخ  
 کچھ دینے کا بھی دیکھ لے اسے آہ ٹھکانا  
 افلاس سے کھایا کئے غم سبز خطوں کا  
 گین گین کے دیے داغ فلک سے مجھے گویا  
 آمد سے نرزدل خراج ہے اسے شور محبت  
 ہاں اب تو نہیں شر کے دن ہیں گے صبا تر  
 دیکھا نہ ادھر تو نے رہا خون بہا قرض  
 مفلس کو جہاں میں کوئی دیتا ہی بھدا قرض  
 کس ناز سے کہتا ہی کہ یوں دیتے ہو یا قرض  
 بے پے کس پونے پر لیتی ہے تو تا ثیر و ما قرض  
 افسوس کہیں زہر بھی ہم کو نہ ملا قرض  
 آتا تھا یہ اُس پر زہر نایاب مرا قرض  
 بخیوں کا مرے دشمن سے کیونکر ہوا دا قرض

ہم قرض یہ نقد دل اسے دیتے ہیں مومن  
 جس نے نہ کبھی آج تلک لے کے دیا قرض

## ردیف الطار

ہر غنچہ لب سے عشق کا اظہار ہے غلط  
 کہنا پڑا درست کہ اتنا رے ہے لکھا ظ  
 کرتے ہیں مجھ سے دعویٰ الفت کیا کریں  
 یہ گرم جوشیاں تری گودوں سے ہوں دے  
 اس بحث صحیح کی تکرار ہے غلط  
 ہر چند وصل شیر کا انکار ہے غلط  
 کیونکر کہیں مقولہ اغیار ہے غلط  
 تاثیر نالہ ہائے سحر ربار ہے غلط

کرتے ہو مجھ سے راز کی باتیں تم اس طرح  
 اٹھ جا کہاں تک کوئی باتیں اٹھا کرے گا  
 تھا ربط غیر میں مرے مرنے کا انتظار  
 کیا جذب انتظار کی تاثیر بے دنا  
 ہے حرف کامیابی دشمن میں ہنشیں  
 گویا کہ قول محرم اسرار ہے غلط  
 ناصح تو خود غلط تری گفتار ہے غلط  
 ہے شوخ بے دنا تو دنا دار ہے غلط  
 منکر نہ ہو تو پہلے ہی اقرار ہے غلط  
 مت کہہ درست دہم غلط کار ہے غلط  
 سچ تو یہ ہے کہ اس بے کافر کے دوز میں  
 لاف و گزاف مومن دیندار ہے غلط

## ردیف الظار

ہاں تو کیونکر نہ کرے ترک بتاں دعا  
 غلط ہے کسی بے کافر کا جو نہیں تو کیوں دعا  
 اب ذرا جان دیجیے کوئے بتاں کی باتیں  
 سچ ہے کافر تری تقریر سے کیونکر نہ باتیں  
 حور کی مدح میں کیا ترک صنم کا ذکر نہ  
 ڈر مری آہ سے ظالم نہ جلا جی کہ نہیں  
 اہل جہنم سے کفر و بیری حور کا ذکر  
 برونیں تجھ سے بعد شوق دہ کیا ہو گئے ذکر  
 کیسے آرام پس مرگ گیا کافر تو  
 اسی حوریں تری قسمت میں کہاں لے دعا  
 مجلس عظمیٰ ہر سو نگراں اسے دعا  
 ہو چکا تذکرہ باغ جناں اسے دعا  
 شعلہ آتش و زرخ ہی دنیاں اسے دعا  
 ہی باتیں ہیں سر دل پہ گراں اسے دعا  
 یہ جہنم سے تو کم شعلہ فشاں اسے دعا  
 اسی باتیں کوئی سنتا نہیں ماں لے دعا  
 بس سرسبز چہرہ کا بیاں اسے دعا  
 اہل اسلام کا ہے دشمن جو اسے دعا

شرم کی بات نہیں ہے یہ اثر ہو کیونکر  
نہیں مومن ہوں نہ تو پیر مغالائے وعظا

## ردیف العین

کس ضبط پر شرارِ فشاں ہے فشاں شمع  
دل گرمی فریب پہ بھی میں نثار ہوں  
روشن ہے اہل بزم پہ شکوہ نسیم کا  
آتا ہے بے کسوں پہ تو جلا دیکو بھی رحم  
بجھ بے گنہ کے قتل میں کیوں گوج دیکو لے  
ہے تارگریہ تارِ نفس اہل سوز کو  
داغِ جدائی ویرِ دنداں دے دے زلف  
سب گرمیِ نفس کی ہیں احصا گدازیاں  
اس کو بھی کوئی پردہ نہیں ہی جلائے ہو

اک اور پڑھ دو مومن شعلہ زباںِ فزل

جل جائیں جس کے رشک سے عاصدِ بیاںِ شمع

محفلِ فردز تھی تپ و تاب نہاںِ شمع  
تھا شب چراغِ حسانہ دشمن و شعلہ و  
اے سوز گریہ آگے تری آجے تاب کے  
صحبت میں ایک اٹ کی کیا محو ہو گئی  
پردانہ جل گیا کہ نہیں رازِ دانِ شمع  
کیا کیا جلا ہے عیج تلک جی بیاںِ شمع  
پانی بھرے ہے جلوہ آتش فشاںِ شمع  
اُس بزم میں سحر کو نہ پایا نشانِ شمع



ہونچے قری نزاکت دگر می کو کیا مجال  
ہوں داغ بدگمانی دل بسکہ یار پر  
حیرت خزاں ہے حسن بہت کیا عجب اگر  
گردیکھ لے رخ عرق آلودہ کو ترے  
اب تک یہ سوز دل ہے کہ میرے مزار پر  
ہر چند موم جہم ہے اور شعلہ جان شمع  
پردانہ کو ہے صادہ دلی سے گمان شمع  
تخم جائے تیری بزم میں اشک دامن شمع  
گھل جائے سوز رنک سے تا استخوان شمع  
ماکن ہوا زمین کی جانب دھان شمع

لالیں نہ تاب عرفِ بتان کا فرانِ عشق

پردانہ کو محسیم ہے مومن زبانِ شمع

## ردیف الغین

مست کہ شب دھال کہ ٹھنڈا نہ کر چراغ  
پرولنے کیوں صدمے ہوں اس گکے کہ ہی  
وہ سوختہ جگر ہوں کہ پیمانہ دھبو  
رغین اٹھاؤ رخ سے کہ دل کی بھلن مٹے  
اُس مہروش کے جلوہ کے قربان کیوں ہوں  
کیا بے تکلف آئے صدا ہائے شمع رو  
ہم پیشے کے ہے مائے عرض ہنر ضرور  
کیا خوب دشنی ہے کہ چہرے کی تاب سے  
غم خامہ تنگ تار ہے اور ہم سیاہ اور  
ہے شام انتظار تا شاے سوختن  
ظالم جلالت میری طرح عمر بھر چراغ  
ہر رشتہ افسانہ زخمِ جگر چراغ  
بنتے نہیں ہیں خاک سے میری مگر چراغ  
بچھ جائے ہی جہان میں وقت سحر چراغ  
پردانہ کو بھی رات نہ آیا نظر چراغ  
گر میرے آبا شکستے ہو فومِ گر چراغ  
جلتا ہے میرے گھر میں بظنِ درد گر چراغ  
مے داغ بواہوس تری مجلس میں ہر چراغ  
جلنے ہیں یعنی چاہئے آکھوں پہر چراغ  
جلتے ہیں تا صبح ادھر ہم ادھر چراغ

اُمس شعلہ رونے تاکہ پس مرگ بھی جلوں جلوئے دشمنوں سے مری گور پر چراغ  
مومن یہ شاعروں کا مرے آگے رنگ ہے  
جوں پیش آفتاب ہو بے نور تھر چسپ داغ

گلشن میں لڑ میں ہوں کہ ہڑل میں جائے داغ  
کیا دکھ نہ دیکھے عشق میں کیا کیا نہ پائے داغ  
پہناتے کس کا جامہ گھل دوز غیر سے  
کیا کہے گرمیاں دل بیتاب کی کہ ہے  
کرتا ہے سخت ناخن غم رد خرم ششیاں  
اُس شک مہر و سہ کی نشانی ہے دیکھنا  
پھوڑا لالہ زار میں ساتھ اُس نے غیر کا  
دیکھو تو سرد دھری چراغ اُمس سے گرم ہو  
دوزخ میں کچھ عذاب پایا نہ بسکہ میں  
رہ تو بھل میں غیر کے سینے سے لگے یاں  
تار دل کے بدلے گن کے مشرب رکاوٹ دی

اپنے تو دل نشیں نہیں کچھ بھی سولے داغ  
زخموں پہ خم چھپے ہیں انگوں پہ کھائے داغ  
کیوں تنگ ہوئی مرے تن پر قبائے داغ  
سینے میں ایک شعلہ جوالہ جائے داغ  
دل کو کس کے چہرے کے چپکے بھلا داغ  
اے چشم اشک بار کہیں نہ جائے داغ  
سو بار سینہ چیر کے میں نے دکھائے داغ  
داں تو بھل قیب کی یاں دل جک داغ  
خو کر وہ تھ یہ تاب تپ شعلہ ہائے داغ  
پہلو بڑے زخم ہے سینہ بڑے داغ  
ایام بھر میں مرے کیا کام آئے داغ

جلتا ہوں اہل نار کی تبدیل جہل سے  
مومن غضب ہے آتش لذت فریاد داغ

## ردیف الفاء

بہل میں ناز دیکھ سکوں یاں کی طرف دیکھ ہے مجھ کو دیکھ کے اغیار کی طرف

کتا شعور، مہر نے حبس کران کیا ہمیں  
 دہم فغانِ غیر نے سینہ جلا دیا  
 شامِ فراقِ خوابِ عدم کا ہے انتظار  
 اُس نے دکھا دکھا کے مجھے چھوڑ دیکھنا  
 ہے کیا قبولِ سجدہ شہیدانِ عشق کا  
 دیکھ اشکِ لالہ کوں قریبُ س نے ہنس دیا  
 گلابِ نالہ ہے یہ نیا گل کھلا مگر  
 اب شکِ خمِ یار پہ منصف کریں کسے  
 دل بعدِ قتل بھی نہیں پھرتا کہ گور میں

تکتے ہیں کسے روزِ نِ دیوار کی طرف  
 آتش لگی تھی کوچہٗ دیوار کی طرف  
 آنکھیں لگی ہیں دولتِ بیار کی طرف  
 گل پھینکے عندِ لبِ گرفتار کی طرف  
 ہوں غوثِ سر جھکاتے ہی تلوار کی طرف  
 دیکھا غم میرے دیدہٗ خونبار کی طرف  
 گذری نسیمِ آہِ چین زارہ کی طرف  
 کی آ کے موت نے بھی تو اغیار کی طرف  
 منہ پھر گیا ہے کوئے ستمگاہ کی طرف

کافر گلے لگا ہے تو مومن کے مت مگر  
 دیکھ اپنے نقشِ رشتہٗ زُتار کی طرف

## دلِیتِ القاف

وہ ہوزِ ندگی میں نصیب تھا ہی بعدِ مرگ ہا قلق  
 کسی کے خرام کی یاد میں تیرے خاک بھی یہ ہا قلق  
 بچے ہم پر عمالتِ جانکلی سفرِ قلاب تو جان پر آہنی  
 یہ کہوں کی جی کو بلا لگی مری ہائے کیونکہ ہونڈ کی  
 شبِ بھر روز و سال کی تری شوخیان جو نظریں  
 نہیں دیکھیں کر اسے نہیں اہلِ یقین کو یہ لے

یقلق ہو کیسا کہ ہو ستم گئی سبب پر نہ گیا قلق  
 کہ میں کو زلزلہ آئے جو بٹکے مجھ کو زلزلہ قلق  
 یہ عذابِ مرگ ہے یا تپش یہ خدا کا ہر دم قلق  
 کوئی کیا جیے جو ہو ایک سا شرب و زنجیر قلق  
 کہوں کیا تغیرِ حال دل کبھی تھا سکون کبھی تھا قلق  
 تجھ پر دتہ دیکھ رہا ہوں مرا حال میں کہ ہوا قلق



غم بھر پار کے ہاتھ شب و روزوں میں غراب میں  
شب عذرا بہشوق سے ہوتی کشمکش یہ تم بھوا  
کہا جلی بلبل قتل آئے تو مری ندگی ہلایوں کہا  
فیض ارقوں کی شکایتیں یہ بلا ناغیر کا دیکھو  
نظر اب پر جو کبھی پڑے تو خیال دے کا آئندے

ہے ہمیشہ ایک نئی تپش ہی مدام ایک نیا قلق  
کہ وہ آتے آتے جو تھم گئے تو کسی طرح قضا قلق  
ترے بھینے کی مجھے کیا خوشی کے مرے کا مجھے کیا  
کہے مجھ وہ دریا ہے نہیں چین مجھ کو سوا قلق  
جو تپش کو برق کی دیکھوں تو مجھے یاد آتا قلق

یہی میں اگر ہی تو چھوڑ دو طرف اس صدمہ کے نہ رخ کرو  
جسے مومن آپ کے واسطے ہی مثال قبلہ نما قلق

قہر ہے موت ہے قضا ہے عشق  
اثر غم ذرا بستا دینا  
آفت جاں ہے کوئی پردہ نشیں  
بواہوس اور لاف جا نیا دی  
دھل میں جنال شادی مرگ  
سو جھے کیونکر فریب دل داری  
کس ملاحمت سرشت کو جا ہا  
ہم کو ترجیح تم پہ ہے عیسیٰ  
دیکھ حالت مری کہیں کا منہ  
دیکھئے کس جگہ ڈبو دے گا  
اب تو دل عشق کا مزا چکھا  
آپ مجھ سے لبابیں گے سچ ہے

سچ تو یہ ہے بکری بلا ہے عشق  
وہ بہت پوچھتے ہیں کیا ہے عشق  
کہ مرے دلیں آچھپا ہے عشق  
کھیل ہی کیا سمجھ لیا ہے عشق  
چارہ گرد درو بے دنا ہے عشق  
دشمن آشنا نما ہے عشق  
تلخ کامی پہ با مزا ہے عشق  
دل رہا حسن جاں رہا ہے عشق  
نام و درخ کا کیوں ہر ہے عشق  
میری کشتی کا نا خدا ہے عشق  
ہم نہ کہتے تھے کیوں بُرا ہے عشق  
باد قاصد بے دنا ہے عشق

میں وہ مجنونِ حشر آ رہوں نام سے میرے بھناگتا ہے عشق

قیس دس سر ہا دو دامن و مومن

مر گئے سب ہی کی دیا ہے عشق

## ردیف الکاف

استحالات کے لئے جھاکب تک	انفاداتِ ستم نہ اکب تک
غیر ہے بے وساپہ تم تو کہو	ہے ارادہ نیاہ کا کب تک
جرم معلوم ہے زلیخا کا	طعنہ درست نہ سا کب تک
مجھ پہ عاشق نہیں ہو کچھ قالم	صبر آخر کرنے وفا کب تک
دیکھئے خاک میں ملائی ہے	نگہ چشم سے سا کب تک
کہیں آنکھیں دکھا چکو مجھ کو	جانب غیر دیکھنا کب تک
نہ بلائیں گے وہ نہ آئیں گے	جوش لبیک مر جیا کب تک
ہوش میں آلو مجھ میں جان نہیں	غفلتِ برأت آزما کب تک
لے شب وصل غیر بھی کاٹی	تو مجھے آزمائے گا کب تک
تم کو خد ہو گئی بُرائی کی	رد گذر کچھ ہے بھدا کب تک

مرچکے اب تو اس صنم سے لیں

مومن اندیشہ خدا کب تک

ہم ہیں در زرعِ شبِ بحر میں جاؤ نہ تک	صبر تا ہو کوئی تاب تو ایں ہونے تک
آساں فتنہ کچھ ایسا نہیں ملے اہل تہاں	کوئی باقی نہیں رہنے کا ماں ہونے تک

شمع سال اپنی پیش ہے تو سنے یا نہ سنے  
 اس عین زار کا حسرت کے لفظ وہ کرے  
 کون جیتے ہے نگاہوں میں سبک ہونے کو  
 گر ہی نالہ جانکاہ کے ہیں شور و غلب  
 ہاتھ شاید کہ وہ سرمایہ حشمت آجادے  
 غم و غصہ سے ہی خلقت مری جو طفل سرشک

مٹے ہوئے گایہ انسانہ زبان ہونے تک  
 ملے نگہ دیدہ ہر سونگراں ہونے تک  
 محنت جانی ہو مرنے دل پگراں ہونے تک  
 دم لہا کلسے کو تاثیر نغاں ہونے تک  
 کچھ نہ کچھ نامزدہ ہو جی کے زبان ہونے تک  
 نہیں کرنے کی فاعل حواں ہونے تک

عند ہوئی عتسب پیرمناں میں مومن

عید ہر روز ہے اب کی رمضان ہونے تک

پھر نہ چھوڑوں گودہ کرے پاک جیب جاں تک  
 خاکسے آنکھوں کو میری گردہاں کی مجھ سے تو  
 اول الفتنے باز بے محل ہی میں ہو وصال  
 سینے سے گھبرا کے آخر جان لب پر آگئی  
 کل کا بلکہ بھولتا ہر گز نہیں لے اضطرار اب  
 گر مثل رنجہ کنوئیں کے پاس پیاسا لے ہے  
 طالع برگشتہ اے شوق شہادت دیکھنا  
 نیند میں یار دے پٹہ کس کے منہ سے بہت گیا

ہاتھ پہنچا پاس میں شوق کے داماں تک  
 سبکتہ ہیں ہولے کو چہ جاناں تک  
 ہم کو تو بتیانہ رکھو آخر ہجراں تک  
 حال پہنچا یاں تک ادرتم نہ لے یاں تک  
 آج پھر لے چل کسی رشتے سے مجھ تو داں تک  
 کیوں آہو بختی زینما مہر سے کفیاں تک  
 مرگ قاتل پھر گئے سب خبر براں تک  
 ہے زمین سے روشنی افلاک تو افشاں تک

شوق بزم احمد و ذوق شہادت سے بے گنج

جلد مومن لے پونچ اس ہمدی دراں تک



## ردیف الکاف فارسی

لگائی آہ نے غیروں کے گھر آگ	ہم نے کیا کیا وہ اتنی بات پر آگ
دھوا شک و طغیان فناں ہے	کہ مر جاؤں دھوپانی ار دھر آگ
سمندر کر دیا آتش رُخوں نے	کہ گر پڑنا ہوں آتے ہی نظر آگ
جلایا آتشیں سحر ال نے دل کو	ترسے گھر میں لگی ہے خبر آگ
بخوڑیں گے ہم اپنا دامن تر	جنم میں ہے اسے داغظ اگر آگ
دہاں تاسخ دیاں آتش دل	ہر دیکھو اُدھر ہے جلوہ گر آگ
بلے کیا کیا شجر تربت پہ میری	دلی تھی لاش کے بدلے گر آگ
ز بس غیروں سے ہنؤ، گر صحبت	مرا جلتا ہے می کیا دیکھ کر آگ
دھواں اٹھتا ہے دل سے وقت گریز	بھجادی کو بنے کیا لے چشم تر آگ
حصول سوز دل جز داغ کیا ہو	کو نخل شعلہ لاتا ہے ٹھمر آگ
بکا لارنگ عالم سوز کس نے	یہ کیوں بکھری پڑی ہو در بند آگ

پڑھے مومن نے کیا کیا گرم اشعار  
بکھری تھی دل میں یار بکس قداک

## ردیف اللام

مجھ پر بھی تجھ کو رحم نہیں یہ گرفت دل	کم ہونے کا جہاں میں نجد سا بھی سخت دل
داغ جنوں دستک دیر یار ہو نصیب	کرتا ہے بات دن ہوس تاج و تخت دل

گر جانے کہ ہے شبِ ہجراں یہ کبھ بلا  
الماں پریزہ تھے مرے آنسو کہ ضبط سے

دینے کسی کو کا ہے کو ہم تیرہ بختِ دل  
ہے پاش پاش سب جگر درختِ بختِ دل

کیا شبہ مومن آہن و قمری کے کفن میں

کرتے ہیں نذر جلوہ سنگ درختِ دل

مردِ عشق ستیزہ کار ہے دل  
بسکہ مشتاق نازِ یار ہے دل  
زلزلہ مشکیں میں کا ہے کور کھتے  
وصلِ جاناں کہاں سوائے خیال  
دیکھ افراطِ زخمِ کثرتِ داغ  
بسکہ تھے ہمزباں گلی میں تری  
بے دما دردِ بے فلسفے شوخ  
تیرہ بختوں کے بیچ رہا ہے پوچھ  
بسکہ اُس نے ہوا کے خاک کیا  
کیا کہوں میں ہجومِ یاس و امید

ملکِ لہو سے دو چار ہے دل  
ستم آموز روزگار ہے دل  
کیا خبر تھی انھیں فگار ہے دل  
ہم ہیں یوس امیدوار ہے دل  
سینہ گلزارِ دلالہ زار ہے دل  
دل سے میں مجھ سے شمسار ہے دل  
بے اثر آہِ بے قرار ہے دل  
غیرتِ لعلِ تابدار ہے دل  
سیرِ عشاق کا غبار ہے دل  
ریشکِ ہنگامِ انتظار ہے دل

شبِ ہجراں کو سمجھا دینو حبرا

مومن ایسا سیاہ کار ہے دل

کیا کروں کہو نکر کوں ناصح رکا جاتا ہے دل  
سورٹس پر دانہ دکھلاتے ہو کیا میں کیا کہوں  
یا الہی مجھ کو کس پردہ نشیں کا غم سٹکا

پیش کیا جیتی ہی اُس سے جس پر آتا ہوں دل  
دیکھ جلتے شمعِ محفل کو جلا جاتا ہے دل  
سینے میں ندر ہی اندر کچھ گھلا جاتا ہے دل

حیرت دیدار بس آئینہ رکھ دے ہاتھ سے  
کوئی سنتا ہی نہیں بکتا ہے کہوں لیوانہ وا  
مٹ بگڑتو ہرزہ گردی سے مرئی نصات کر  
وہ شکر دلیر عالم ادھر آتا ہے آ آب  
ہاتھ اٹھارے کس کے دل سے کس کے سینے پر دھر  
آئید گر یہ دم اندر وہ ہے موجب نہیں

چاہتا ہوں میں تو مسجد میں ہوں مومن دے  
کیا کروں بچانہ کی جانب کھنچ جاتا ہے دل

## ردیف المیم

شام سے تا صبح مضطر صبح سے تا شام ہم  
شب ہے تجھ بن بس بچیں بے آرام ہم  
یار دشمن نے ستایا جبکہ ہم عاشق ہوئے  
کیا مزا با یا عد سے بے مزہ ہو آپ نے  
بساک پر دہ نشیں کے عشق میں ہے گفتگو  
آن ہیسا کون کرٹھے پر جو یوں تیران سے  
تو خبر ما کیا کیا قاعدت چھپتے پھرتے ہیں  
اس سے بختی پہ رکھیں ہرست اُمید  
آئینہ کا بوسہ تو کہیں نہ کرے بیکار

ایک عالم میں ہیں کیوں لے گردش ایام ہم  
صبح تک دیکھتے لے لے کے تیرا نام ہم  
سب گنہ اپنا ہی پھر دیویں کے الزام ہم  
تلخ کام عشق میں تھے لائق دفن نام ہم  
بات بھی کرتے نہیں جز صنعت ایام ہم  
خاک پر چپکے پڑے ملتے ہیں سکو نام ہم  
ہمدرد اس پر دہ نشیں کو بھیج کر پیغام ہم  
ایسے سودا کی نہیں لے شورت لیلی قام ہم  
اور نہ باریوں یا یوم لے خود کلام ہم



ہو بچتے داں تک تو اس پر نہ نشیں کو دیکھتے  
کاش ہوتے چشمِ نرگس دیدہ بادام ہم  
گر ترے کوچے کو دی کسبے نسبت کیا گناہ  
مومن آخر تھے کسی اسے دشمنِ اسلام ہم

سرمد میں اس چشمِ باد و فن میں ہم  
نا توں تھے پر نہ پھوڑا مثلِ خار  
غیر کو جانا کا تو ڈھیلے آنکھ کے  
پھولے باسہ میں سماتے ہی نہیں  
اور شبنمِ دن ٹھہرے کیا مجال  
کر دیا اس جلوہ نے محسوسِ جلوہ  
دل میں ناصح آئے کیا اپنا خیال  
جوشِ رحمت اٹھایا لاشس کو

توڑنا مومن نہ پیمانِ التبت

ہیں مسلم عاشقی کے فن میں ہم

پاتے تھے چین کب غمِ دوری سے گھریں ہم  
اس طرح خاکِ تپانے پھرتے نہ دشتِ شیت  
لکھتے ہیں اک پری کو کچھ آوارگی کا حال  
کھین دشت سے زیادہ تر اس کو میں سختیاں  
ہے یادِ رطب یا لبسِ مستریرِ ناصحاں  
کیساں ہو شامِ غربت و صبحِ وطن اثر  
راحتِ وطن کی بارگاہیں کیا سفر میں ہم  
ہوتے جدِ اہمال کسی رہ گزرد میں ہم  
باندھیں گے نامہ طائرِ جنوں کے پر میں ہم  
کیا پھوڑیں سرِ تصورِ دیوارِ دود میں ہم  
کیا بولیں شکوہ سفرِ بحرِ بر میں ہم  
پائیں نغانِ شب میں نہ آہِ سحر میں ہم

اُس گل کے غم میں بچھلتے پھلتے تو رشک سے  
 کیوں جلتے سایہ شبہ بار در میں ہم  
 دلی سے رام پور میں لایا جنوں کا جو  
 ویرانہ چھوڑ گئے ہیں دیرانہ تہ میں ہم  
 جانیں اثر جب ملے رنم جذباتیاں  
 دیکھیں زمام ناقہ کف نامہ بر میں ہم  
 وصل بتاں کے دن تو نہیں یہ کہ ہواں

مومن نہارا قصر کریں کہہ لیں سفر میں ہم  
 غم ابرو میں بھرتے ہیں شمشیر اکثر ہم  
 کیا کرتے ہیں اپنے قتل کی تدبیر اکثر ہم  
 کماں کھینچے ہوئے اور ہم غل میں سخت جانی  
 وہ دل توڑے ہو اپنا اور اس کے تیر اکثر ہم  
 کسی کے زلف چھپے کیا تھوڑے ہیں بکثرت  
 کیا کرتے ہیں کیا کیا بیچ کی تفسیر اکثر ہم  
 چمن کو جھانکتے ہیں ورنہ پورے گویا  
 کہ دیکھ کرے میں اگوں کو سینہ حیر اکثر ہم  
 ہوئے تم کیوں خفا تا شیر سے آہ سا کی اب  
 کیا کرتے تھے یہ تو پہلے بھی تفسیر اکثر ہم  
 نگی آگ آتش غم کو زبان خامہ شعلہ سے  
 جلا دیتے ہیں سو سو خط دم تحریر اکثر ہم  
 جبین پاں تک سنگ آستان پر سیر گھستے ہیں  
 مٹا دیتے ہیں لفظ دستبر تقدیر اکثر ہم  
 وہاں چھوٹ گئے لگنا کہ شوق ہکناری میں  
 لگاتے تھے گلے سے غیر کی تصویر اکثر ہم  
 عجب جال سے سوئے ہیں نہ لطف مسلسل کے  
 کہ سرب ندھنے ہیں پانوں کی زنجیر اکثر ہم  
 نہیں پاتے اثر اپنا یہ غیرت کا اثر دیکھا  
 کہا کرتے تھے بتیابی کو بے تاثیر اکثر ہم  
 باب کیوں پر گئے جو گئے گلے سے تابدن در  
 اسی روکتے تھے نالہ شب گیر اکثر ہم

نہ تھی مسجد میں برکت و رد وہ بت رام ہوا

گئے مومن فوں پرست پائے تسخیر اکثر ہم

کب جھوٹے ہیں اس ستم ایجاد کے قدم  
 سر پہ ہمارا اور ہیں جلا دے قدم

کیا ٹھہرے فوج غم کے مقابل فناں و آہ  
اب تک کیا نہ باغ میں تو بہر انتظار  
پا پوس یا کرتے ہوئے کھینچ دیوے تو  
اسے ہمدان باغ رہا ہوں یہ کیا کردن  
تلوار لے کے گھر سے جو نکلا وہ جنگ جو  
سر پہ یہ کوہ غم گر اٹھا تو بوجھ سے  
خواب عدم حرام ہے یا انتظار میں  
کیا ہوئے دل پہ ہاتھ دھرتے مگر رکھے

جنتے نہیں ہیں شکرِ برباد کے قدم  
سُن ہو گئے کھڑے کھڑے عرشِ شاد کے قدم  
تصویر میری چوہے لے بہزاد کے قدم  
ٹھٹھا نہیں ہے کوچہ سے صیاد کے قدم  
نا شیر نے لئے مری سنر یاد کے قدم  
دھنس جائے بے ستون میں فریاد کے قدم  
کیا سو گئے اجل تری بیداد کے قدم  
سینے پہ وہ ہی عاشقِ ناشاد کے قدم

پامال جہل حضرت مومن بغیر ہوں

دکھلائے پھر خدا مجھے استاد کے قدم

ٹھانی تھی دل میں بنے ملیں گے کسی سے ہم  
منہ سے جو دیکھتے ہیں کسی کو کسی سے ہم  
ہم سے نہ بولو تم اُسے کیا کہتے ہیں بھلا  
بیزار جاں سے جو نہ ہوتے تو مانتے گتے  
اُس کو میں جا میری گے مڈلے ہجویم شوق  
صاحب نے اُس غلام کو آزاد کر دیا  
بے روئے مثل ابرہہ نکلا غبارِ دل  
ان ذاتِ انیسویں پہ بھی تھے خارِ راہ غیر  
کمالِ گل کھلے گا دیکھتے ہر فصل گل تو دور

پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچا جی سے ہم  
مُتھد دیکھ دیکھ روتے میں کس سیکسی سے ہم  
انصاف کیجے پوچھتے ہیں آپ ہی سے ہم  
شاہد شکایتوں پہ تری مدعی سے ہم  
آج اور زور کرتے ہیں بے تاقی سے ہم  
نو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم  
کہتے تھے اُن کو برق تبسم ہنسی سے ہم  
کیونکر نکالے جاتے نہ اسکی گل سے ہم  
اور سوئے دشت جا گئے میں کچھ بھی سے ہم



مُنہ دیکھنے سے پہلے بھی کس دن نہ صاف کئے  
ہے چہرہ اختلاط بھی غیروں کے سامنے  
دشستے عشق پر وہ نشیں میں دم بکا  
کیا دل کو لے گیا کوئی بیگانہ آشنا

بے وجہ کیوں غبار رکھیں آرسی سے ہم  
چسپنے کے بدلے دُشیں کیوں گدگدی سے ہم  
مُنہ دکھانکتے ہیں پردہ چشم پر ہی سے ہم  
کیوں پہنچے جی کو لگتے ہیں چہرہ آبی سے ہم

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال لیں  
موسم نہ ہوں جو ربط رکھیں مدتی سے ہم

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم  
اگر نہ ہتھ میں اُس دلربا کے دل دیتے  
اگر نہ نام میں زلف سیہ کے آجاتے  
اگر نہ لگتی چپچپ بس بدگماں کی شوخی سے  
اگر جلاتے نہ اُس شعلہ کو کے عشق میں جی  
نہ جلتے اُس بہت ہر جانی کی لگی میں اگر  
اس آفتِ دل جاں پر اگر نہ مر جاتے  
نہ بھرے دم جو کسی شعلہ کی خواہش کا  
اگر نہ آنکھ تغافلِ شعار سے لگتی  
نہ ہوش کھوے اگر اُس پری کی باتوں پر  
نہ کہتے اُس کی برنگِ جنا جو پا بوسی  
اگر نہ ہنسا ہنسا کسی بھسا جاما  
نہ لگتی آنکھ تو دن ات سوتے ہی ہتے

تو اب یہ لوگوں کی باتیں سنا نہ کرتے ہم  
تو دل پہ ہاتھ سدا دھریا کرتے ہم  
تو یوں خرب پریشاں رہا نہ کرتے ہم  
تو بات بات میں مضطرب نہ کرتے ہم  
تو سوزِ آتشِ غم سے جھلا نہ کرتے ہم  
تو دھڑے دھڑے قلق سے بھرا نہ کرتے ہم  
تو اپنے مرنے کی ہر دم دعا نہ کرتے ہم  
تو ٹھنڈی سانس ہمیشہ بھرا نہ کرتے ہم  
تو بیٹھے بیٹھے یہ یوں چونکٹھا نہ کرتے ہم  
تو آپ ہی آپ یہ باتیں کیا نہ کرتے ہم  
تو شکلِ برگِ حنا یوں پسنا نہ کرتے ہم  
تو بات بات پر یوں دیا نہ کرتے ہم  
کسی کی جاہ کرتے تو کیا نہ کرتے ہم

اگر نہ دیکھتے وہ پیاری پیاری صورت آہ تو ایک ایک کے مُنہ کو تھکا نہ کرتے ہم  
 جو غم بتوں کا نہ ہوتا تری طرح مومن  
 تو دیکھ چرخ کو ہے ہے خدا نہ کرتے ہم

اُجھے نہ زلف کے جو پریشانیوں میں ہم  
 سرگرم رقص تازہ ہیں قربانیوں میں ہم  
 ثابت ہم جہم شکوہ نہ ظاہر گناہ رشک  
 لمبے خوشی کے مرگئے صبح فتنہ سراق  
 آسمان ہے خواب میں بھی تری زلف کا خیال  
 دیکھا ادھر کو تو نے کہ بس دم نکل گیا  
 اب قید سے اُمید رہائی نہیں رہی  
 دردِ زہاں ہیں اُس نگہِ سرگش کے صفت  
 آہوں نے اپنی بُو الوسوں کو رُند دیا  
 وہ سیدنا تو ان ہیں کلاںِ اضطراب پر  
 معمور اس قدر ہیں کجِ حشیوں سے دشت  
 پیشِ نظر تَسر کا رُخ آئینہ گداز  
 کھا کھلے کے زخم سوئے نکسار پر دروغ

کرتے ہیں اُس پہ ناز ادا دانیوں میں ہم  
 سُرخ سے کس کی آئے ہیں جولا نیوں میں ہم  
 حیراں ہیں آپ اپنی پشیمانیوں میں ہم  
 کتنے مُک ہوئے ہیں گرا نیوں میں ہم  
 بے طور گھر گئے ہیں پریشانیوں میں ہم  
 اترے نظر سے اپنی نگہبانیوں میں ہم  
 ہمدرد با سب اندھین ندانیوں میں ہم  
 تلوار کر رہے ہیں صفا دانیوں میں ہم  
 میں شکِ چشمِ یارِ فسوں خوانیوں میں ہم  
 اُچھلے نہ آبِ تیغ کی طغیانیوں میں ہم  
 گنتے ہیں شہریوں کو میا بانیوں میں ہم  
 روتے ہیں اپنے حال پہ حیرانیوں میں ہم  
 کھو بیٹھے اپنی جان تن آسانیوں میں ہم

مومن حسد سے کرتے ہیں ساماں جہاد کا

برسا صنم کو دیکھ کے نصرانیوں میں ہم

دل آگ ہے اور گائیں گے ہم کیا جانے کسے جلائیں گے ہم

کیا تیس کی فکر اٹھائیں گے ہم  
 یوں آتشیں بجائیں گے ہم  
 پھر کس کو گلے لگائیں گے ہم  
 تو ادھر ہی رنگ لائیں گے ہم  
 کس کس کے ستم اٹھائیں گے ہم  
 پھر دل بھی یوں ہی پھپھائیں گے ہم  
 حال دل اُسے جتائیں گے ہم  
 دیکھ اپنا ہو بہائیں گے ہم  
 وہ ہی کہے تو منائیں گے ہم  
 مطلب ہے کہ مر اٹھائیں گے ہم  
 مت جاؤ کہ جی سے جائیں گے ہم  
 دشمن کی قسم دلائیں گے ہم  
 کہتے تھے کہ تاب لائیں گے ہم  
 کیا مرنے سے جی چرائیں گے ہم  
 تو تیرے لئے بھلائیں گے ہم  
 کیونکر اُسے سزا دکھائیں گے ہم  
 اپنی گردن جھکائیں گے ہم

دادی میں جو سچی آئیں گے ہم  
 اب گریہ میں ڈوب جائیں گے ہم  
 خنجر تو نہ توڑ سکتا جانی  
 گر غیر سے ہے یہ رنگ صحبت  
 تو بخت عدا جل فلک دل  
 ملے پردہ نشیں نہ چھپ کہ تجھ سے  
 بھیجیں گے عدو کے ہاتھ پیغام  
 مت مال کر آنکھیں شک خوں پر  
 دشمن کے کہے سے روٹھتا ہے  
 کترا ہے جو گوشہ سر خط  
 ٹھہرو کوئی دم کہ جان ٹھہرے  
 دم دیتے تو ہو یہ سمجھ لو  
 کیوں غش ہوئے دیکھ آئینہ کو  
 دزدیدہ نظر ہے کیوں دم قتل  
 گر ہے دل غیر نقش تسخیر  
 آئینہ رنگ عنسم نے توڑا  
 کیا پوچھ ہے رکھ تو دیکھ دشنہ

کہہ ادھر غزل بطورہ واسوخت  
 مومن یہ اُسے سنائیں گے ہم



اب ادر سے نو گنائیں گے ہم  
 بزباد نہ جائے گی کدورت  
 سر دوشِ عدد پہ رکھ کے بیٹھے  
 بگڑے تو کریں گے ادر سے صلح  
 دل سے کے اک اور لالہ مدد کو  
 لب کا تیرے دعوے سے سیحی  
 گر خواب میں بھی اُدھر کو دیکھا  
 گرتیری طرف کو بے ستاری  
 گر دیکھ کے ہنس دیا، ہمیں تو  
 کیا ذکر ہے ہونٹ چاٹنے کا  
 پھر تیری ہوا کا دم بھرا تو  
 گر خواب میں آن کر جگایا  
 آتا ہے گلے سے دھیان تیری

جوں شمع تجھے جلائیں گے ہم  
 کیا کیا تیری خاک ڈرائیں گے ہم  
 جانانہ کہ سر اٹھائیں گے ہم  
 تجھ پر بھی بُری بنائیں گے ہم  
 ہر داغ پہ داغ کھائیں گے ہم  
 مراد رہ آئے مائیں گے ہم  
 آنکھیں مڑہ کو دکھائیں گے ہم  
 کھینچے گی تو لوٹ جائیں گے ہم  
 منہ پھیر کے مسکرائیں گے ہم  
 کچھ اور مزہ چکھائیں گے ہم  
 جی ہی کو ہوا بتائیں گے ہم  
 سوتے مڑے جگائیں گے ہم  
 خاطر میں تم نہ لائیں گے ہم

بت خانہ ہیں ہو گر ترا گھر

مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم

## ردیف نون

صفوحہ جوں جو بھی ہم سوشن ل لکھواتے ہیں  
 آچکے کل تم جھوٹ ہے ایسی باتوں میں آتے ہیں ہم

سارے حباب لبِ یاس تھانے سے سجاتے ہیں  
 اُس کا ہر جو تم کو نہ جلنے آپسے فرماتے ہیں

بھرتے ہیں سو سو جی میں لی میں سو دے آئے ہیں  
 سوزش لی جب کہتے ہیں تراب سو وہ بھڑلاتے ہیں  
 آٹ بولے اک محبت اس نہیں ہو سہم کو تو  
 کس کی خبر آئے کی ہو کس لئے ہے یہ بیٹابی  
 شکوہ کیا پیدا کرے لکھیے اس سے دیکھو تو  
 اکتی کثرت اشک و تبسم بل بلے جو ہم باطن امید  
 خط غلامی لکھ دے غیرت بھی لکھ کیا لکھئے اب  
 ہوش گئے یاں دل سے پہلے ہووے جو تو سمجھیں بات  
 کیا کہیں ہم سے ہمدرد ہو چھ دست مرغارت چہن  
 گنج نفس میں بیٹھ کے گلاسے دتے ہیں تنہائی پر  
 شاہ سے اپنے سو رہے وہ تو ان ہم ان کے کہتے ہیں  
 کرت ہوا وارز قیری دیتے ہیں سسک مسو سو بار

کوٹھے پر دھوپ میں اپنے بال کھڑے کھلاتے ہیں  
 موم کے مانند آتش غم سے پتھر کو پھلاتے ہیں  
 ہوتے ہیں زاد زیادہ بدنام ہم عم کھاتے ہیں  
 کس لئے ہم میں ہر دم بھرتے آتے ہیں درجائے ہیں  
 دیکھئے ہر ظالم خنجر جب ہم زخم عکس دکھلاتے ہیں  
 جی ہو دھڑکنے کی اس کے فال تو ہم کھلواتے ہیں  
 چھڑ تو دیکھو سیرنطادہ غیروں سے پڑھواتے ہیں  
 یہ تو سمجھئے حضرت ناصح آہا کسے سمجھاتے ہیں  
 کیوں کریاں یا خرداں درجے کے کتے بجاتے ہیں  
 یاد ہو رہے ہم گل سے ہے جی پہنلاتے ہیں  
 ولولہ ہا موتات کہہ کیا جرتے ہیں گھبراتے ہیں  
 گھر میں پھر بچتے ہیں خبر درکھاتے ہیں

کیا کسی بیکہرل میں جل کی کوڑا ٹھکانا اور

حضرت مومن اپنے میں کچھ ہم سجین کہہ جاتے ہیں

مشت سے یہ کیا خراب آئیں  
 دیکھو پردہ نشیں پر مرنے  
 کسی حیرت سے لے لکھتے دس  
 شب فرقت میں عاکنات لکھ  
 کہ ہے یہ سب سے بڑا  
 ہر شے سے بڑا سب سے  
 دیکھو یہ وہ سب سے  
 ہر شے سے بڑا سب سے  
 ہر شے سے بڑا سب سے

دم رکنے ہے بہشت میں تو کوئی  
غیر سے ہے وہ گرم صحبت سے  
کس کی زلفوں کی بوسیم میں تھی  
غیر کے واسطے نہ ہو بہتا اب  
اب کوئی کیا کرے ملاح افسوس  
اس کے کھر لے چلوشتا اب ہیں  
کیوں نہ غیرت کرے کباب ہیں  
ہے بلا آج تچ و تاب ہیں  
طعنہ دیتا ہے اضطراب ہیں  
موشے کھن دیا جواب ہیں

اسے تپ پتھر دیکھ سو من ہیں  
سے حرام آگ کا عذاب ہیں

لاش پر آنے کی شہرت شرب غم دیتے ہیں  
دھیان آتا ہے ترے مٹنے میں تباہ لیسے کا  
کر دیا خانہ اغیار ہو ساک خراب  
مر گئے رشک سے ہم تو کہ وہ دشمن کو خطاب  
مبزرہ پشت لب یا دلاستے ہیں یاد  
دم نہ لے لے اتر آہ کہ معلوم ہوا  
کیا دوا سے ہو تری رنجش ہر دم کا علاج  
کیا پڑی رہتی ہے لے پردہ نشیں جو بیمار  
لذت جو رکش نے مجھے شرمندہ کیا  
مذعا یہ ہے کہ غیر سے میں سم کھا جاؤں  
اہل بانہ محبت کا بھی کیا سودا ہے  
خوں بہا قاتل لے در سے مانگا کس نہ

لے پری ہم ملک الموت کو دم دیتے ہیں  
جی ہم لے شوخ پے میر عدم دیتے ہیں  
درد زنی کی مرے دیوہ خم دیتے ہیں  
خط ز سائی پر اعجاز قسم دیتے ہیں  
کھیل کر شہد میں دشمن مجھے قسم دیتے ہیں  
جن پم دیتے ہیں ہم وہ ہمیں تم دیتے ہیں  
چارہ گر یوں مجھے رنج لے ہم دیتے ہیں  
بدعائیں زری جلدن کو جو ہم دیتے ہیں  
طنے کیا کیا اسے ارباب قسم دیتے ہیں  
اس لئے غیر کو وہ اپنی قسم دیتے ہیں  
عشرت عمر ابد قیمت غم دیتے ہیں  
کہ فرست مجھے یاں داغ دم دیتے ہیں



کعبہ کا دعویٰ ان ہی حضرت مومن کو کہ جہاں  
حسرتوں سے پس دیا اور صحنہم دیتے ہیں

ناصح نادان یہ دانا فی نہیں	دل کو سمجھاؤں میں سودا فی نہیں
کس توقع پر امید وصل اب	طاقت صبر و شکیبائی نہیں
دعوت حسن جہاں سوز اس قدر	پھر کہو گے تم میں ہر جانی نہیں
دیکھو مضطر کیوں نہ پھرے دشمن پھر	یار ہے وہ کچھ تماشا شافی نہیں
گر نہیں ملتے ملو گے اور سے	کیوں مجھے کیا پاس رسوائی نہیں
ہے دعا بھی بے اثر گو یا کہیں	عرض عاشق کی پذیرائی نہیں
درد دل تو سن لے ظالم ایک بار	گو دماغ چارہ فرما فی نہیں
چاہتا قاتل کو ہوں روز حسرا	چا کی اب تک سزا پائی نہیں

ترک مذہب کیوں کروں مومن میں کیا  
اس صحنہم کو لاف یکتائی نہیں

کہے ہر چھپڑے کو مگر سب سے مر بس میں	نہ دوں ملنے کسی معشوق کو عاشق کو آپس میں
اگر مشہور ہو افسانہ اپنی بت پرستی کا	برہمن کیا عجب ایمان لائے تے بنارس میں
نہیں دم لینے کی طاقت فلکے نہ بتا دیتے	کہ یہ تاثیر ہوتی ہو فغان آساں رس میں
تن کا ہیڈ سے اپنے میں خوش ہوں اس توقع پر	کہ ایک دن آئے ترے حرف عشق خانہ میں
رقیب بوا ہوئے رونما میں تیرے کب جاں دی	وہ نودارد ہی کیا جانے دیار عشق کی رسمیں
نہ میں پناہ دل پناہ تم میرے نہ جاں میری	اتھ کس کس کو ہو ہو بھی گرفتار بیکس میں
کہوں مگر غیر سے محبت مل تو کہے طعن ہو کر	یہ کیوں کہں واسطے ہم ایسے تیرے ہو گئے بس میں

زرا تجھ تو جان من صالِ خیر پر ہر دم مری جاں کوں کیا کیس کی جھوٹی بات تھیں

درِ تنجائے عشق بتاں اور آپ اے مومن

یہ حضرت آگئی اک بار کیا طبع مقدس میں

حسین آتا ہی نہیں موتے ہیں جس پہلو، ہمیں  
 لطف سے ہر تھی کیا کیا بے قراری بس جعنا  
 دیکھتے ہی گل نظر میں تیرا ہنسنا پھر گسیا  
 کیا آخر تھا شکِ ثمن میں جو کوئے یار سے  
 دردِ شمع بزم لے دل پھونک کر ف کر دیا  
 کیسو ہمال و خط اپنا دینِ ایساں لے گئے  
 ہوش کیوں بگاڑے اور دم ہوا کیوں ہو چلا  
 کیا بلا اس لطفِ خوش خم کا تصور بند گیا  
 وہم آتا ہے فغان بھروسہ کوئے یار کا  
 باعثِ بنیابی عالم نگاہ یا کس ہے

گر بھی شوقِ شہادت ہے تو مومن جی چکے

مار ڈالے کاش کوئی کافر دیکھو ہمیں

ہو گئی گھر میں خبر ہے منعِ داں جانا، ہمیں  
 دمِ دم دنا ہمیں چاؤں طرفِ تکلف ہمیں  
 ہر دم صیاد کا کیا التفات آمیز تھا  
 یار تھے یا دشمن جاں تھے یا الہی چارہ گر  
 وہ بھی رسوا ہو خدا جس نے کیا رسوا ہمیں  
 یا کہیں عاشق ہو گیا ہو گیا سودا ہمیں  
 ہند کرے کو نفس میں اہم سے چھوڑا ہمیں  
 لے چلے مرتے ہی نہ اس کے صحرایں

غش پڑے تھے پھر یادہ جان کر سوتا ہیں  
 بے سمجھ کہتا ہی: صبح تو نے کیا سمجھا ہمیں  
 یار کے تار بجائے شکوہ بے جا ہمیں  
 آگیا دل یاد لے آئینہ واپس ہمیں  
 سچ تو کہتے ہیں قبولِ نصافِ غیرِ مل کا ہیں  
 مرتے مرتے پاسوں پر دیشیں کا تھا ہمیں  
 مر گئے مضمون جو ریا جوں مجھسا ہمیں

• مومن ان کا تو نہ تھلنے میں آخر اختیار

یہ شکایت بھی حد اسے ہے نبول سے کیا ہیں

زہرِ حشیم دکھلائیں پھر ذرا مرزا دیکھیں  
 صبح اٹھ کے منہ کب تک آفتاب کا دیکھیں  
 تو بھی کم نگاہی کیوں جانبِ وفا دیکھیں  
 گر نہیں یقین حضرت آپ بھی لگا دیکھیں  
 گروہِ روزِ در سے آن کر ذرا دیکھیں  
 کوئی آنکھ لگتی ہے خوابِ وصل کیا دیکھیں  
 یار کو ان آنکھوں سے غیرِ رخصت دیکھیں  
 تار و گرا دھردیکھیں نہج کو دیکھا دیکھیں  
 دمنسا دھراؤ پھر نکسریلا دیکھیں  
 کیوں بجاہِ حسرت سے ہر رخ کو سدا دیکھیں

مالِ گشتِ بختِ خمدِ مست پوچھو کہ ہم  
 تو نہ جانے عشقِ بازی اور ہم نادان ہیں  
 یہ ستم کیا غیر پر کرتا نہ سچ پوچھو تو ہے  
 کیا کہیں کیوں ہو گئے حیران تجھ کو دیکھ کر  
 دستِ بوسی پر گردِ پاں قتل اپنے ہاتھ  
 اہلِ ماتم اپنے لوگوں کیں طرحِ منہ دھانک کر  
 ہم سے نازا بلے سے کب اٹھ سکے سدا پر خ

غیر بے مروت ہے آنکھ وہ دکھا دیکھیں  
 کب تلک جنہیں یارب سحرِ غیرت میں  
 ناصح اُن کو اگر سری شکل سے تنفر ہے  
 کچھ نہیں نظر آتا آنکھ لگتے ہی ناصح  
 غیر کو دکھانا ہوں چاکِ دل تا شاہو  
 چشمِ داسے نابینا کر دیا جدائی میں  
 دیکھئے خدا کب تک پھر وہ دن کھائے کا  
 کھنکھائی لگائی ہے اب تو گو ہوڑ سوائی  
 کس نے ادر کو دیکھا کس کی آنکھ فصیحی ہی  
 دہم ماضی سے تو یہ ستم نہ کرتا ہو



نکلے آرزو اپنی مومن آہ جب تجھ کو  
صحنِ مشکدہ میں ہم خاک پر پڑا دیکھیں

بزم میں اُس کی سیانہ دردم غم کیونکر کریں  
بُجھ کر بعد امتحان بھی جو رکھ کر کیونکر کریں  
لکھتے لکھتے ہی سیاہی حرف سے اُڑ جائے ہے  
گر نگاہِ ناز کو مشقِ ستم منظور ہے  
دیکھ لیوے عکسِ سُرخ تو کیا بنے پھر دیکھ تو  
جب دل اغیار خوں ہو کر مرثہ تک آگیا  
اضطرارِ شوق شاید غیر اُس کے پاس ہو  
ہے فطرتِ برقت میں مرگِ انسانہ خواس  
دیکھ بچ و تابِ منہل ہو گیا دل بے قرار

سب کو ہوتا ہے وہاں ہی پاس اپنے نام کا

ہم بھی تو مومن ہیں دل تندرست کیونکر کریں

نہ تن ہی کے نہ لہلہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں  
جنونِ عشق پر کس کے دل شکن ہے بلا  
اٹھاکے سوتے ہیں دے پکارا استہر شاید  
بیاں ہر چاک گریباں تو داں یہ حال ہے  
دراز دستی کیسے بے ادب نے کی دمِ قستل  
کیس کی چشمِ فسو نگر نے کی فسوں سازی  
ہے پات پاتِ پاؤں جگرِ دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں  
کہ روزِ طوقِ دہاں کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں  
کہ زیرِ ہر کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں  
تبلے شوخ شائل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں  
تمام دامنِ قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں  
طلسمِ جادوئے بابل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں

یہ بے حجابی بُری گوجھی کو جھانکو تم  
نیکہ نہ ملنے کی اُس سنگدل کی گرقاصد  
نہ کیونکر رشک سے ہو خوں کسی کا اُس در پر  
کہ روز پردہ حائل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں  
تو سنگ و سراج بھی یاں مل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں  
ہمیشہ ایک نئے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں

غزل سرائی کی مومن نے کیا کہ رشک سے آج

چمن میں سینے عنادل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں

ہے جلوہ ریز نور نظر گر در راہ میں  
کیا رحم کھل کے غیر نے دی تھی دعا و صل  
مرت کیجو دیر آنے میں کیا جالے کیا بے  
اتنی بھی تاب دے رمی خورشید طلعتاں  
جانے دے چارہ گر شب چہراں میں ملت  
ظالم وہ ہو قلب ہے عد جس کے رشک سے  
اس منہ پر اُس سے دیکھو حسن اک ذرا نہیں  
شیریں طعن تلخی سحر ادا کس لئے  
ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا  
ظالم کہیں (روا نہیں عاشق سے حرا نہ  
اب تک نہیں گواہی اطفال معتبر  
محبوبے جو عصمت یوسف نگاہ میں

مومن کو کچھ ہے دولتِ نیا و دین نصیب

شب بتکہ میں گزری ہو دن خالقاہ میں

تا پڑے خلل کہیں آج کے خواب باز میں  
ہم نہیں چاہتے کی اپنی شب دراز میں

اور ہی نگ آج ہی عارض گلزار میں  
 کیونکر نہ آدمی ات تک جاگے وہیں کا جیانی ہو  
 خسرو عیش وصال یار جانی کنی اور کوہن  
 بن ترے ہزم و سوز میں یہ قیامتیں کہ ہے  
 اُن سے اب التفات کی غیر کو میں نہ کاہتیں  
 کیا بھی سینہ جل چکے کیا بھی دل کھل چکے  
 پردہ نشیں کے عشق میں پڑہ دریا نہ ہو کہیں  
 رخنہ در سے غیر پاس دیکھا کہے کہ آج ہے

خون دل اپنا تھا مگر گونہ گونہ طسار میں  
 آہوئے نیم خواب میں زکس نیم باز میں  
 اپنا جگر تو خوں ہوا عشق کے اقتیار میں  
 نغمہ صورا کا اثر غم کے لئے زار میں  
 سن کے مرا مبالغہ منت احتراز میں  
 بڑے کباب بپائی جب گھر گہارہ میں  
 ہوتی ہیں بے حجابیاں جان ہفتہ راز میں  
 رخنہ گری کچھ اور ہی نالہ رخنہ ساز میں

یادِ بتاں میں لاکھ بار فرط تعلق سے ہم بھی تو

نیٹھے اٹھے ہیں مومن بگڑے ہے شب نما میں

جیبِ رست لائق لطف و کرم نہیں  
 منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہیں  
 سیدھا نہ کر دیا ہو مگر ذوقِ قتل نے  
 غیرت کی جا ہی رام نزاکت ہوا وہ شورش  
 کیا خوش ہوں کوئے غیر میں گر نقش پانہ ہو  
 فریادِ نالہ ہائے عزابا پرہیز نہیں  
 کس بواہرِ س کے حال پڑے ویاوہ گلزار  
 جانا حرام بھر بتاں میں تو کیا گناہ  
 بے استغاثیاں جو مدد سے سُنی نہ تھیں

ناصح کی درستی بھی عداوت سے کم نہیں  
 اتنا رہا ہوں دود کہ بھراں کا غم نہیں  
 قاتل کے آگے گردنِ اغیار حتم نہیں  
 وحشت کا جوش کیونکر نہ ہو مجھ سے تم نہیں  
 وہ شورش جانتا ہوں کہ ثابت قدم نہیں  
 آیا ہے رحم کب کہ ڈراچھ میں دم نہیں  
 خار مرثہ میں لبِ خلش دم بدم نہیں  
 پیرِ مغان شراب سے شیشے میں مہم نہیں  
 ہم جانتے تھے وصل میں رنجِ دالم نہیں



معلوم ہو تو تیرے ہی عالم کا حال ہو  
بے جرم بائمال عدد کو کیا گیا  
ہوئی بک بک بک ہی تگہ ہا گرم گرم  
نام وصال لینے سے ہوتا ہی مضطرب  
نام کبہاں تلک تری باتیں ٹھاسکوں  
عاشق کشی ہی شیوہ اگر لڑا ہو میں نہیں

میرا دل دد نیم ہے یہ جام جسم نہیں  
مجھ کو خیال بھی ترے سر کی قسم نہیں  
اُس ہنرش کے سامنے آنکھوں میں غم نہیں  
کیونکر کہوں اُسے مگر مرنے کا غم نہیں  
سچ ہے کہ مجھ میں طاقتِ جود و کسب نہیں  
آخر کچھ اپنی جان کے دشمن تو ہم نہیں

مومن سوئے حرم ہے تگا پڑے فکر کیوں  
کیا اس میں میں قافیہ بیت الصنم نہیں

غنیہاں خاموش بیٹھے ہیں سخن کی فکر میں  
دامنِ قاتل کو وقت قتل کیونکر چھوڑتے  
شوقِ مرن کو بھی سامانِ سفر درکار تھا  
ٹمچی خسرو ہوشیریں کام شادی مگر کیا  
دہم عشقِ لالہ سے داغِ دل کیا کیا گھلے  
سر سے شعلے اٹھتے ہیں کس طرح و کول کیوں  
ہے گریباں گیرداں نازِ تغافل اب تلک

قافیہ کیا تنگ ہے وصفِ دہن کی فکر میں  
بیکسی سے جان تھی اپنی کفن کی فکر میں  
سوئے از خود رفتگی ترکِ وطن کی فکر میں  
جانکشی ہے انتقام کو بہن کی فکر میں  
جان کر گلچیں کو نارا ج چمن کی فکر میں  
جل گیا جی صبیح آہِ شہزاد کی فکر میں  
جی ملایا باغِ دیر آمدن کی فکر میں

گر یقینی دانِ عا ہوتی ہے اے مومن قبول  
جانیں گے کعبہ بھی طفلِ برہمن کی فکر میں

دن بھی راز رات بھی کیوں ہی ذراں بار میں  
بسکین آئے مر گئے ہم شبِ انتظار میں

کاسے سے فرق آگیا گردشِ دزگاں میں  
دن جو ہے تہہ عمر کے چپے رہے مزار میں

خاک میں دھنک نہیں خار میں نہ غلش نہیں  
 ہو گئی کیا بلا سے جاں بوسہ زلف کی ہوس  
 گر کیم انتہا عشق پائے ہے ابتدا سے شوق  
 پچھائی اُس نے کیا مری بھو دئی قلوب کا حال  
 کیوں نہ گلے کا ہار ہو شرقِ اجل پر دے ہیں  
 خاک اڑائی گل نے کس کے جنون عشق میں  
 لاکھ شکستگی سے بھی دل کی گرہ نہ کھل سکی  
 تھا قلوبِ برہنہ دشمن جاں شریفِ راق

دھیان میں ورن آگئی مجھ جبر و اختیار  
 قابوئے یار میں ہیں ہم وہ نہیں اختیار میں

کون کہتا ہے دیم عشق عدو بھرتے ہیں  
 شمع پر کچھ نہیں موقوف کہ ملے ظلام  
 حوضِ میخانہ پئے سے بھی مرا جی نہ بھرا  
 حسرتِ بورہ کا کل کا کیا ہم نے علاج  
 کر چکے سلکِ دُنا شک کا مذکور کہ ہم  
 اُس سنگر سے مگر آنکھ لڑی کہ حساب  
 کس کے ہاتھوں کی ہو دیم کی طمع ناک میں جو  
 حالتِ نزع ہو جیتی ہیں ترے بغیر یہاں خاک  
 اشک دیتے ہیں مرے نالہ موزوں کا میلہ

کہ ہوا باندھنے کو آہ کبھو بھرتے ہیں  
 پانی آگے ترے لئے عریض جو بھرتے ہیں  
 کیا تک ظرف میں جو غم سے سب بھرتے ہیں  
 زخمِ دل مشک سے لے غالبہ تو بھرتے ہیں  
 آج غمازوں کے منہ دیکھئے تو بھرتے ہیں  
 کیسے کچھ گھڑے پانی لب جو بھرتے ہیں  
 نلے کرتے ہیں کبھو آہ کبھو بھرتے ہیں  
 دن جو کچھ عمر کے ہیں آئینہ تو بھرتے ہیں  
 موتیوں سے دہن زخمِ گلو بھرتے ہیں

غیر کرتے ہیں مسبوئے گلگوں خالی  
 ماغز چشم میں مجھ دل ڈالہو بھرتے ہیں  
 پی ہے حضرت مومن نے جمع ہفتہ کو  
 آفتابے کئی ہنگام و صوبہ کرتے ہیں

مانے نہ مانے منع پیشہاے دل کروں  
 ہو جان بھی جا کے تو دادائے دل کروں  
 سو طرح کے زبان ہیں یعنی میں س کے گر  
 مڑتا ہوں کس عذاب سے ہے وقت جی میں ہے  
 جان دیدوں ہو اس آفت جان سے معاملہ  
 میں اور وہ کو چلے گیا کس جلنے ظلم ہے  
 چھٹتا ہے جیسے جی کوئی درخیز زلف سے  
 بے رحم ہرزہ گردیوں سے پاؤں گھس گئے  
 دھبہ لگا ہے شوق سیہ کار زلف کو  
 کہتے ہو درد دل تو وہ کہتا ہے مجھ کو کیا

اس بت کو ترک دیں سے نہیں مومن اعتماد

کیونکہ یہ میں شکایت اغوائے دل کروں

بے مزہ ہو کر نمک کو بے وفا کہنے کو ہیں  
 سب جفا جو اس سنگ کے سو کہنے کو ہیں  
 نالہ ہی نکلتے ہیں گو ہم مدعا کہنے کو ہیں  
 تیری تیغ دو شمشیر کے کہیں لہجہ چلائے ہو گئے

بھل گئے زخموں کے منہ کس کو برا کہنے کو ہیں  
 جن کو جریخ مرگ کہتے ہیں سزا کہنے کو ہیں  
 لب نہیں کہنے میں اب کیا جلنے کیا کہنے کو ہیں  
 گرم غونی کا مری کیا نا حسرا کہنے کو ہیں



کیا قیامت شہ مجھی کو سب نے کہنے کو ہیں  
 جو زبان شمع عاشق بے صدا کہنے کو ہیں  
 مرثیہ ہم اس چراغ کشتہ کا کہنے کو ہیں  
 بخت تیرے عاشقوں کے نارا کہنے کو ہیں  
 قصہ شہبائے غم روزِ حسرت کہنے کو ہیں  
 ہم جو کچھ کہنے کو ہیں سو بے مزا کہنے کو ہیں  
 ہیں ہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں  
 یاں لب شوق توتا مرعبا کہنے کو ہیں  
 آرزو ہاے دل شک شکا کہنے کو ہیں  
 حرفِ مطلب آرزو مند جفا کہنے کو ہیں

ہو گئے نامِ بتاں سننے ہی مومن بیقرار

ہم نہ کہتے تھے کہ حضرت پار سا کہنے کو ہیں

ہے ستم لطف کے پرک میں ستم کرتے ہیں  
 شوقِ نامہ اسے وصلی پہ رقم کرتے ہیں  
 یاد آتے ہیں بوس قدم کرتے ہیں  
 روئے قاتل کا نظارہ کوئی دم کرتے ہیں  
 وہ دعائیں کہ تری جان کو ہم کرتے ہیں  
 جس تک چلتے ہیں وہ سے ہم کرتے ہیں  
 سرِ قاتل کو وہ فتوے سے قلم کرتے ہیں

درست کرتے ہیں ملاحت غم کرتے ہیں گلا  
 تر جانِ التماس شوق ہے نفسِ سیرانگ  
 جل گیا دل تو بھی اٹھاتے ہواں سر کہ اب  
 دیکھنا کس حال سے کس حال کو ہونچا دیا  
 ایک دن کہ تو زبان شعلہ و دوزخ قرض ہے  
 شکوہ حرفِ تلخ کا یا شورِ جستی کا گلہ  
 میں گلہ کرتا ہوا اپنا تو نہ سن غیر کی بات  
 وہ تہتیں آئے نہ آویں مرگ ظالم تو لو آ  
 غیر سے سرگوشیاں کر لیجئے پھر ہم بھی کچھ  
 تیغِ غمزہ کو لگا لے جلد سنگِ سرمہ پر

وہ علی الرغم عہد مجھ پہ کرم کرتے ہیں  
 طلبِ وصل کس انداز سے ہم کرتے ہیں  
 جب ترے کوچہ کا بیتابی دل سے پھرنا  
 نیم سہل ہیں نہ چھیرے پیشِ دل کہ ابھی  
 اے اصل کاشِ الٹ جانیں شبِ بھراں میں  
 دم میں مست آنکھوں کے غیر کہماند صبا  
 محض قتل ہے مکتوب گنہگاروں کا

دیکھنا اس دہن تنگ کے پوسہ کا مزا  
ہائے قسمت کہ ہوئی مجھ پہ جفا اور فزول  
کشتہ بیاہول اس شک سے مرنا ہے جہاں  
کیا ہی بیزار ہوا اس رستے کی ہائے ستم  
اپنے سوئے کی نہ پوچھو کہ خریدار کے ساتھ  
آبرو دکھائی مرنے کی کہ روتے تو ہیں وہ

کہ ہوسناک تمنا ہے عدم کرتے ہیں  
ان دنوں غیر یہ گر لطف نہ کم کرتے ہیں  
وہ بھی کیا ہیں جو مرنے موت کا علم کرتے ہیں  
قتل کرتے نہیں وہ اور ستم کرتے ہیں  
جنس میں تو ہر دل اور صبح مسلم کرتے ہیں  
اشک خادی ہی سے گو چشم کو ہم کرتے ہیں

جاکے کعبہ میں بھی مومن نہ گئی دیر کی یاد

جائے لبیک سدا ہائے صنم کرتے ہیں

صورت دکھائیے جو کبھو جا کے خواب میں  
شب جو وہ ٹوہے سر پاس کے خواب میں  
آنکھوں کو بند کر کے دہیں کھول دگر گرائے  
کا بوس ہیں بتاتے مجھے واں نور شکستہ  
وہ ہے بغل میں تو بھی تو یاں نیند اڑ گئی  
سو لپٹے پائے ناستہ زبان و اعگر  
ان نالہ ہائے شربک اثر صبح دیکھو  
نیرنگ عشق سے نہ ہو فافل ہوا ایک رنگ  
رہتا ہی دھیان دیکھتے ہو جب مجھے نہیں  
اُس کی گلی ہے نالہ رنجیر مسئل نہ کر  
سوباؤں دے روتے دیکھا ہنس کے طعنے

بے دلہانکھ کھول دے بھجلا کے خواب میں  
جاگے تھے بخت نختہ تمنا کے خواب میں  
یوسف کسی کے محتاشا کے خواب میں  
کاش اور کوئی آئے اطمین کے خواب میں  
یہ سوچ ہے گیان ہوا عدا کے خواب میں  
طالع نہ ہوتے قیس کے لیلہ کے خواب میں  
آیا فلفل گرا اس ستم آرا کے خواب میں  
اس نال کے جلگنے میں زنجار کے خواب میں  
کیوں چپک چپک ٹپٹے ہو کعبہ کے خواب میں  
یاں پانوں جاگتے ہیں کوئی ملک خواب میں  
کہتا ہی مٹتے ہو سکر بن آ کے خواب میں

کیا کفر ہے کہ چھوڑ دے سوتا ہے گر کبھی  
مومن نظر پڑے بُتِ ترسا کے خواب میں

سوزِ دل کے ہاتھ ڈھونڈوں جو ماں آب میں  
گردہ ہو دستِ حنائیِ عکس انگن آب میں  
بیکسی دیکھو دُورِ اشکِ عبرت سے ہوا  
دی لی سواں کو تشبیہِ سمندر میں نے اب  
بے حجابانہ یہ دیا کون مجلس میں کہ ہے  
دوستو مڑتا ہوں اس لئے عرقِ آلودہ پر  
یاد چشمِ یار میں دریا پہ رو یا بن گئیں  
کون ڈوبا تنگ کر عرقِ دریا سے اکم  
تشنہ کام آبِ تیغِ یار ہوں گرمی تو دیکھ  
اشکِ چشمِ دگر یہ زخمِ دل اب میں کیا کروں  
کشتہ غیرت تر پانی چھلنے سے ہے غیر

ڈوب مرے کیوں غیر سے جبکہ مومن بنا  
غیر کے ہمراہ وہ طغیلِ بدہمن آب میں

دکھلتے آئینہ ہوا درجہ میں جان نہیں  
جو یارِ صلح ہے اب تو آسمان نہیں  
ترے فراق میں آرام اکہ آں نہیں  
نہ پوچھو کہ مرا احوال میری باں مجھ سے  
کہو گے پھر بھی زمین تجھ سا بدگمان نہیں  
وہ مہربان ہوا تو یہ ہمدردِ بان نہیں  
یہ ہم سمجھ چکے گر تو نہیں تو جان نہیں  
یہ دیکھ لو کہ مجھے طاقتِ بیان نہیں



یہ گل ہیں داغ جگر کے انہیں سمجھ کر تھپڑ  
 نہ چاہوں و نہ بھڑا دے یہ ستم دیکھو  
 نہ پوچھے حال تو جب تک مر بیان کرو  
 زبکہ دیر لگی نامہ بر تو ڈھونڈتے ہم  
 مشب فراق میں پہنچتی دل سے جان تلک  
 وہ حال پوچھے ہو میں چشم سر مر گئیں کر دیکھ  
 نہ کیوں نشان ہو جاں فرط کین جانان پر  
 یہ بلغ سینہ عاشق ہے گلستان نہیں  
 کہ کبڑ ملتے ہیں جب وقت امتحان نہیں  
 مری باں نہیں کرتے دہان نہیں  
 مردم کو جاتے ہیں گویا لوں کا نشان نہیں  
 کہیں جس بھی تو مجھ سی ہی ناواں نہیں  
 یہ چپ ہوا ہوں کہ گویا مری زبان نہیں  
 کہ اس کعبہ مرے سوا اور کا دھیان نہیں

نکل کے دیر سے مسجد میں جا رہے مومن

خدا کا گھر تو ہے میرے اگر مکان نہیں

ہجراں میں بھی نیست کیونچہ چاہوں  
 ہیں غیر مرے نکلنے سے خوش  
 اُف کر گئی یاد گرم جو شفی  
 گویا شکوہ جفاے آسمان کا  
 دشمن سے ہے چشم مہربانی  
 ربط اس سے ہو مثل شعلہ شمع  
 کیونکر نہ بگڑے وہ نکالے  
 شکوہ نہیں غیر کے ستم کا  
 کھاتا ہوں بدن عشق میں داغ  
 ہے طمن سے صفا شام ہجراں  
 جاں ادہ شوخ ہے دانا ہوں  
 گویا کہ میں اُن کا مدعا ہوں  
 میں آتش مردہ سے جلا ہوں  
 میں آپ کو دور کھینچتا ہوں  
 محروم نگاہ آشنا ہوں  
 مرجاؤں اگر ایک دم جدا ہوں  
 میں دل کے غبار سے بنا ہوں  
 انصاف کرو تو میں بھی کیا ہوں  
 اعمال کی اپنی خود سزا ہوں  
 میں کیسی بلا کو چھپیڑتا ہوں

اُس کو میں نہ چھوڑ جائے مجھ کو  
خود بینی دے خودی میں ہے فرق  
بیزار ہے سوزِ عشق سے جی  
مجھ رمزِ شناس سے یہ باتیں  
لے کارِ عدد کو غیرتِ آدمی

اس نام کے صدقے جس کی دیت

مومن ہوں ورتوں کو چاہوں

چلون کے بند کس کے گریباں کے تار ہیں  
ہر آن بڑھیاں سی کلجے کے پار ہیں  
جتے دھبے حجاب میں ہم شرمسار ہیں  
دیکھو زمانِ ہجر کے اُمید دار ہیں  
کیا کیا شمالِ ثبا دِ صبا بے قرار ہیں  
یہ داغِ زخمِ دل کے مرے یادگار ہیں  
لیکن بڑے غضب ہی دین چار ہیں  
خوشِ حوت بے نکستے بھی ہم منفکار ہیں  
کیا سردِ مہر میرے دمِ شعلہ بار ہیں  
اندوہ و دردِ روزِ مصیبت کے بار ہیں  
اُٹھتے ہماری خاک سے بھی کچھ بخار ہیں  
لو اور بھی ستمِ ددہ روزگار ہیں

سردم رہیں کشمکشیں دستِ یار ہیں  
مید دم بدم جو مرے دل کے خار ہیں  
میا کیجئے کہ طاقتِ نظارہ ہی نہیں  
عمرِ دراز کی ہے رستیاں کو آرزو  
منظرِ دہ گُلِ جد میرے دمِ سرد سے ہوا  
چھاتی میں لگائے رکھوں کیوں رات دن  
جز نہ پہر ہیں مرے دشمن تو اور بھی  
ہجو طبع غیر سمجھ کر مرے اُٹھائے  
کیسا فلک کہ اخترِ طالع حبلِ دے  
کہہ نہ کر نہ دمِ حال پہ آئے شبِ وصال  
پانی کے بدلے برے گی آج آگِ ابر سے  
شبِ خراب ہر کتاں سینہ چاک ماہ

ناصح سے مجھ کو کیونکہ نہ ہوں بدگ نیاں  
دشمن ہیں جو مرے وہ ترے دوستدار ہیں  
کیسے گئے رقیب کے کیا طعن اقربا  
تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

مردوں کو تہجد پہ دیتے ہیں ترجیح جو حسود

مومن یہ جان لے کہ سب جیفہ خوار ہیں

شبِ وصل کے قافل کی زیارتا نہیں  
تلخی مرگ کے آنکھوں میں شکرِ خواب نہیں  
حسرتیں بیکر نصیبوں میں لکھی ہیں کیا کیا  
اتنے دفتر میں کہیں فصل نہیں باس نہیں  
دل کا کیا حال کوئی دیکھے کہ یہ گرمیِ حسن  
ٹھہرتا آئینہ دار میں سیما ب ہتیں  
سرفردشوں کے اگر آپ خریدار ہوئے  
تو گراں ہوئے گی وہ بھنس جو کیا ب نہیں  
جب ہر بدست اور آریا مد کے گھر سے  
انہی قسمت میں بجز درد نے ناب نہیں  
رستمی کا عوغل لاکسے دوں گا پس مرگ  
قتل عاشق ہی یہ خود نریزی سہراب نہیں  
کلبہ تار میں کیونکر ترے بن گزے گی  
دوں کو یاں ہو پ نہیں رت کو ہتھاب نہیں  
مختب ہم ہی تو پہلے پلا دیکھ مجھے  
نہ نڈھال پی لے مے ناسیم زہر آب نہیں  
عشق کیوں دے پے جاں شوق ہی کیوں سبنہ فدا  
دشمنی دل شکنی شیروہ اجاب نہیں  
گدا چرخِ عبث شکوہ جانان بے حب  
یاس حراماں کو مرے حاجت اسباب نہیں

کشتش ابروئے صنم کی سی کہاں لے مومن

لاکھ سوہرے کرے دل ماکہ میرا ب نہیں

آہِ فلک نلگن ترے غم سے کہاں نہیں  
جو فتنہ خیزا سب زمیں آسماں نہیں  
کنا پڑا مجھے ہے الزام پسند گو  
وہ ماجرا جو لائق شرع و بیہوش نہیں  
دیر تا ہوا آسمان ت بلی نہ کر پڑے  
ستارہ کی نگاہ سوئے آستیاں نہیں



انہارِ دوستی کی خوشی کیا شبِ فصال  
 باتیں تری وہ ہوشِ رُبا ہیں کہ کیا کہوں  
 نو میدی جو اسکے کیوں اتنے شوق پر  
 پیشِ بعدِ سمجھ کے ذرا حال پوچھنا  
 بے صرفہ ہانکنی کامری کچھ تو ہو حصول  
 کرتے وفا اُمید و فنا پر تمام عمر  
 مسرت کو بھی جانتا ہوں فریبِ دماغِ غیر  
 میں اپنی چشمِ شوق کو الزامِ خاکِ دوں  
 فطری ہے پیرِ سرخ سے اپنا مقابلہ  
 گزرتے ہیں میری خاک سے غیر کے ساتھ وہ  
 لگ جئے شاید آنکھ کوئی دمِ شنبہ رات  
 اتنے سبک نظر ہیں یہ ادھر سے روزگار  
 ہر ذرہ میری خاک کا برباد ہو چکا  
 نلکے کے اقدام کے نکل جانے کا ہر فوت  
 میں جانتا ہوں نش پر آنے کا مدد سا

دشمن سے سُن پکا ہوں کہ تو مہرباں نہیں  
 جو کوئی رازِ دل ہے مرادِ دل نہیں  
 یہ کیا ہو کہ میں پسِ قاصدِ رواں نہیں  
 قابو میں دل میں سر بس میں ثباں نہیں  
 محنت کسی کی آج تک رانگاں نہیں  
 پر کیا کہیں کہ اُس کو سہراستحاں نہیں  
 تم کو بے گشت عشق ہے کہ میں بدگماں نہیں  
 تیری نگاہِ شرم سے کیا کچھ عیاں نہیں  
 ہفتلی سے مجھ کو حسرتِ بختِ جواں نہیں  
 فتنہ اُٹھتا ہے گردِ پسِ کارِ دل نہیں  
 ناصح ہی نوے آؤ گرا فسانہ خواں نہیں  
 دیا کی حسرتیں سرِ دل پر گراں نہیں  
 بس نے خیرِ نامِ ناز کہ تاب تو ان نہیں  
 پر کیا علاجِ عاقبتِ ضبطِ نفاں نہیں  
 آسودگی پسند تری شوخیاں نہیں

اُس بُت کی ابتدا سے جوانی مراد ہے

مومن کچھ اور فتنہ آخرِ زمان نہیں

بے پائے گی سے جان پڑی کس غناب میں

اجڑے دل کا حال پوچھ اضطراب میں

تاخیرِ صبر میں نہ اثرِ اضطراب میں

بے نالِ مہمت سے بھڑکتے ہیں بے گریہ آنکھت

چرخِ دزمیں میں تو بہ کا ملتا نہیں سُرِخ  
لے نہ ہرہ چہرہ دشمنِ تنہو سس کو نہ دیکھ  
اتنی کدورتِ شک میں حیرن ہوں کیا ہوں  
نکدِ آل سے مے و شاہدِ رہے عزیز  
تم بھلے ہو سیر تو نکلے گا ہر بھی  
ڈوبی ہجومِ اشک کے کشتی زمین کی  
کھولا جو دفترِ گلہ اپنا زیان کا  
لے حشرِ جلد کرتا وہ بالا ہسان کو  
قاتلِ جفا سے باز نہ آیا وفا سے ہم  
بازیمچہ کر دیا ستم یار و جوڑِ سپرِخ

ہنگامہ ہمارا و ہجومِ محاب میں  
نالے ہمیں گئے خون کے اس نقاب میں  
دریا میں جو سُراب کہ دیا سُراب میں  
پیری میں موت یاد تھی پیری شباب میں  
ہوٹے گا اجتماعِ شبِ ماہتاب میں  
ماہی کو اضطراب ہوا جوشِ آب میں  
گزری شبِصالِ ستم کے حساب میں  
یوں کچھ نہ ہو امید ابھی انقلاب میں  
نفر اک میں جو سر ہے تو جاں ہو رکاب میں  
طفلی سے غلغلہ ہے مرا شیخ و شباب میں

مومن یہ عالم اُس صنم جانِ نفزا کا ہے

دل بگ گیا جہاں سرا سرِ خراب میں

جلتا ہوں ہجرِ شاہدِ یادِ شراب میں  
کہتے ہیں تم کو ہوش نہیں اضطراب میں  
پھیلی شمیم یارِ مے اشکِ سُرخ سے  
چہنِ جبیں کو دیکھ کے دل بستہ تر ہوا  
ہم کچھ تو بدیتے جب کیا یار نے پسند  
رہتے ہیں جمع کو چہ جانان میں غامِ مام  
آکھڑاُس کی پھر گئی تھی لاپتا بھی پھر کیا

شوقِ شراب نے مجھے ڈالا عذاب میں  
سائے گلے تمام ہوئے اک جواب میں  
دل کو غضبِ نثار ہوا چہ و تاب میں  
کیسی کشتہ کار کشتا و نقاب میں  
لے حسرت اس قدر غلطی انتخاب میں  
آباد ایک گھر ہے جہاں خراب میں  
یہاں انقلاب ہوا انقلاب میں

اب عذر کیا رہا نگاہِ بے حجاب میں  
 حسرت بھی اب نہیں دلِ ناکامیاب میں  
 آتشِ زبانہ زنت ہوئی طوفانِ آب میں  
 پیری میں یاس ہی جو ہوس تھی شباب میں  
 فاضل تھے ہم جان سے فضل کے حساب میں  
 گویا صواب کے سخنِ ناصواب میں  
 وہ ہی خطا اُس نے بھیج دیا کیوں جواب میں  
 بگڑے وہ پرستش سببِ اقتساب میں  
 بے باد دست ہوں میں شبِ بابتہاب میں  
 آئے تو ہیں منانے کو وہ پر عتاب میں  
 بدست غیر محدوداں اور بختِ خواب میں

پہیم سجودِ پائے نعیم پر دمِ مرداع  
 مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں

یوں تو نالاں کہ وہ گویا صفتِ محشر میں نہیں  
 دل میں تو ہے وہ گلِ اندام اگر بریں نہیں  
 دھیان میں قناتِ آتا ہے کہ وہ گھر میں نہیں  
 ایک قطرہ بھی سببِ دھم و ساغر میں نہیں  
 ہم نہ مانیں گے کہ ایذا تری ٹھوکر میں نہیں  
 نام اہل ہوس اور افسوں گر میں نہیں

بدنام میر گریزِ رسوا سے ہو چکے  
 مطلب کی جستجو نے یہ کیا حال کر دیا  
 گویا کہ دور رہا ہوں قیوں کی جان کو  
 ناکامیوں سے کام رہا عسمر بھر میں  
 ہے اختیارِ یار میں سود و زیاں مگر  
 ناصح ہے عیب جوئے دلِ آزار اس قدر  
 مومنوں کا ایک مال ہے یہ مدعا ہو کاش  
 تقدیر بھی بڑی مری ہمہ گیر بھی بڑی  
 کیا جلوے یاد آئے کہ اپنی خبر نہیں  
 بے بنتوں کا وقت شکایت رہی رہی  
 تیری جفا نہ ہو تو ہے سب دشمنوں سے امن

ہیم بیدار دستم کچھ دل مضطر میں نہیں  
 غارِ بستر پہ شب بھر بچھاؤں کیونکر  
 سرنگیتا ہوں کہ بس ہم بھی نہوں گھر بھی ہو  
 مجھ سے میکش کی طرف محنتِ تابو تو آئے  
 جی اٹھے اور وہی رنجِ محبت کے عذاب  
 ہم نفس کیونکہ مستخر وہ پری رو ہو گا



قطع اُمید سے سر کاٹنے کو کیا نسبت  
 نہ بیٹھا دم ہی بھی جو ترسے خنجر میں نہیں  
 دے دیا کیجئے پوسر طلبِ دل پر  
 سچ کہا تم نے مزاحرتِ مکر میں نہیں  
 کیا موثر ہو دعا دسلِ صنم کی مو من  
 ہم طلب کرتے ہیں وہ شے جو تقدیر میں نہیں

## دلیفِ الواء

سر نہ گئیں آنکھ سے تم ہمارے لگاتے کیوں  
 گرم جواں سرِ در فن پہ تم آتے کیوں ہو  
 شعلہ ہائے تپِ دل آگ لگاتے کیوں ہو  
 کون سے سوختہ اختر کا خیال تا ہے  
 بارِ گردن تو نہیں تیغِ ستمگارا حسد  
 جن سے مقدرِ رونا ہی ہو جہنا بھی ان پر  
 کھوں دو عدو کہ تم پر دشمن ہو نہ دھماں  
 دل بیتاب کی اکسیرِ بناؤ گے کہیں  
 نہیں منظور اگر بڑا ہوسی کا شکوہ  
 توڑنا بان کا ہو جائے گا دشوار آخر  
 کس نے کہا غیہ کو روزِ دیدہِ نفرت جہان کا  
 خیر ہے کس نے کہا شورِ قیامت تم کو  
 دمِ قدم سے تہ گنجوں بکلِ نبات کی  
 خاک میں نام کو دشمن کے ہاتھ کیوں چھو  
 اپنے دل سوختہ کی واک اُڑاتے کیوں ہو  
 گر ہو دل سوڑ کر مجھ کو جلا سنے کیوں ہو  
 سر نہ جب دینے ہو تم اشک بہاتے کیوں ہو  
 ہاں نثارِ دسِ مشتاق بھکاتے کیوں ہو  
 مجھ سے کچھ کام نہیں ہی فوٹاتے کیوں ہو  
 آپ چھپتے ہو چھپو بات چھپاتے کیوں ہو  
 اس قدر شوق تیرے ساتھ جلاتے کیوں ہو  
 غیر کو تم میرے اشعار سُنا سنے کیوں ہو  
 چارہ سازِ دمری اُمید بندھاتے کیوں ہو  
 رخنہ ہائے دریاہ آنکھ چہ اس کے کیوں ہو  
 دل ہائے سحری بھوم بچا سنے کیوں ہو  
 دیکھو سین سے مرے پاؤں اُٹانے کیوں ہو

کھل گیا عشق صنم حسنہ زحمن سے مومن

اب چھپاتے ہو عبث بات بناتے کیوں ہو

اگر نہ بخیر کش سوئے بیا باں اپنی دشت ہو  
ہمارے قتل سے قاتل کیوں غیروں کو عبرت ہو  
کسی کے ابرے خوش غم کا کنتہ ہوں تعجب کیا  
دہم سہل خیال شکوہ قاتل گر آ جاوے  
بجھتا غروب ہوں میں میں بناوٹ کی نگاہ کو  
ہوئے بے خواب نیم شب سے تو لگے کہنے  
چلا جاتا ہوں سوزِ رشک سے مانند بدو نہ  
خند سے بزم میں ہوتی یہی چٹک نہتی کیا کیا  
بہنہ بے بنز نکلے خاک سے میری زبانِ ظلم

تو پاک قیس کا ہر ایک بھانہ چشم حیرت ہو  
بہم جو ہر سے جو ہر تیغ کا جب سست حسرت ہو  
جو میری خاک سے تعمیر ہزار عبادت ہو  
سپ خم جگر میں دشنہ انگشت ندامت ہو  
قسم کھا جاؤں گا اگر تیرے میں کچھ محبت ہو  
کہ سوتوں کو جگا دیتے ہو تم بھی کیا قیامت ہو  
جلا امت در کو تو گر چہ میری شمع قربت ہو  
نہ دیکھا حال میرا غم بھی کتنے بے مروت ہو  
دل نالاں پس بردن جو سر گرم شکایت ہو

بھلا ایسے صنم کو خاک دل سے کوئی لے مومن

نہیں کو کچھ مروت ہو نہ خاطر ہو نہ الفت ہو

کیسے بچد سے بگڑے تم اللہ اکبر رات کو  
اپنی آواز قدم سے بھی دڈر کر رات کو  
ہم میں کیا باقی رہا تھو اے سنگر رات کو  
یاں جو تو لے مروت تھو جلوہ گستر رات کو  
صرصر آہ و فغاں فعلہ زین طوفان اشک  
بڑے گل کلائے نیم صبح اب کس کو داغ

ذبح ہی کرتے جو ہوتا یاں خجرات کو  
مڑکے پیچھے دیکھو تھو ہر قدم پر پاؤں کو  
جاں بہ لب تھو بچ گئے قسمت کا مکر رات کو  
چھٹے ہی تھی کیا ہوائی مکر اد پر رات کو  
جمع سامان خرابی تھو مے گھر رات کو  
سانہ سو یا ہے ہمارے وہ من بردار رات کو

صبح دم مہتاب کا سارنگ کیوں ہو گرنہ تھا  
 بزم دشمن میں نہ ہو وہ لفرہ گرتی رہی  
 روزِ ہجرانِ قلبِ رقت ہو کیوں سخت تر  
 رشک جلتا ہوں دزلے شمعِ بارِ عام میں  
 دیکھے رہ کہن بھی شبِ بے گی اشد بھوٹ  
 رہ گئے ہم جہلکنے سے بھی یہ کیا اندھیر ہے  
 بن ترے پیشِ نظر تھی یہ اندھیری چھا گئی  
 کو در گھر میں تو بد بچائیں ترے پہ کیا کردوں  
 یاد دہوائی پیش نے تیری شوخی و مسل کی  
 کیا کہوں تم جو نہ آئے کیا قیامت آگئی

کیا اسی بُھ فائدہ کو فراتے ہو عظمت کدہ

حضرت مومن جہاں عباسی ہو چپ کمرات کو

آنکھوں سے حیا شپکے ہے انماز تو دیکھو  
 اُس بہت کے لئے میں ہوں حمد سے گزرا  
 چٹک مہی وحشت پہ ہو کیا نہ بت ناسخ  
 اربابِ ہوس باسے بھی جان پہ کھیلے  
 مجلسِ شام سے ذکر کے آتے ہی اُسے وہ  
 محفل میں تم اغیار کو دزدیدہ نظر سے  
 اُس غیرتِ ناہید کی ہزان سے دیکھ

بُھ لہوس کے پاس تو سے ناز پر دررات کو  
 ہر فغاں کے ساتھ لب پر جانِ مغفرت کو  
 گلے گلے ان کو ملے قندہ اکثر رات کو  
 دن کو نہ بھو رہی صد نہ بچہ پر رات کو  
 روز کہتے ہو کہ آؤں گا مفت تر رات کو  
 بند کس لے کر دیے تھے روزِ در رات کو  
 جائیں نکھیں پھوٹ کر دیکھے ہوں خیرات کو  
 دم نکل جانا تھا کھٹکے کے برابر رات کو  
 مر گئے ہم دیکھ کر میں ہات بستر رات کو  
 میہاں تھا میرے کھر میں دزدِ محشر رات کو

ہے بُو لہوسوں پر ستم ناز تو دیکھو  
 اس عشقِ خوش انجام کا آناز تو دیکھو  
 طرزِ نگہ چشمِ فسون ساز تو دیکھو  
 کہ مابھی ماثق جہاں باز تو دیکھو  
 بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو  
 منظور ہے پنہاں نہ رہے راز تو دیکھو  
 شعلہ سا چمک جائے ہے آواز تو دیکھو



دیں باکی دامن کی گواہی میرے آنسو اس یوسف بیدرد کا اعجاز تو دیکھو

جس نے دامن میں مومن نہ ملا بلکہ بتوں سے

نورِ ابر نے سرور پر دراز تو دیکھو

یہ قدرتِ معنی میں بھی پر فغان کو کہ دے پھٹکے زمین پر آسمان کو  
 رزقِ سکھ دے گا دل ہمارا تمھاری خاطر تا ہر زبان کو  
 پڑی ہے رگلی میں لاشِ دشمن اٹھاؤں کیونکر اس بار گراں کو  
 کہاں در تابِ مازِ برزخ لے کاش بھلائے آتشِ گل بہ ششیاں کو  
 پہننے کی جگہ آئے لگا حوں چھپاؤں کس طرح زخمِ نہاں کو  
 بھتا کیونکہ دیوانے کی باتیں نہ پا یا محرم اپنے رازِ داں کو  
 دے کے گھر میں ہے تھوڑے شیریں دکھاؤں کس طرح اُس بدگماں کو  
 نہیں آتا دھلپے دیش کھانے کوئی مجنوں کا قصہ سارباں کو  
 ہمارا عشق تو کیا رہا میں تو بھی نہ کھوئے طعنے غبر فشاں کو  
 دیا اُس بدگماں کو طعنے غیر غصے سے کیا کہوں اپنی زباں کو  
 دینِ مضطر کی بیتابی نے مارا کہاں سے لاؤں سنا لام جاں کو

مُن لے مومن یہ ایماں ہے ہمارا

یہ کیا کفر پھر عشقِ بتاں کو

ایسے کن درستی پیاں خستہ ہو جو قول دے تو رنگِ جنا کا شکستہ ہو  
 دم ہی اُلٹ گیا جو مناسبتِ ترا مر لیں کیا حضرت مسیح سے دریاں خستہ ہو  
 یہ دانتہ دارِ ریش میں قلعے سے ہم تم شوخیوں سے شعلہ بیتاب خستہ ہو

ممنون جوش گریہ شادی ہو چہ ششم تر  
صبح شربے صال کا گر بندر سستہ ہو  
کب جان دے ہو بسمل ہر نہ جب ملک  
غنجر کا تیرے شاخ غزالاں کا دستہ ہو  
شاید کبھی وہ میکش بدست منہ نکالے  
فان اپنی کاش درد تہ غم نشستہ ہو

مومن نہ توڑ رشتہ ز تار برہمن  
ست کردہ بات جس سے کوئی دل شکستہ ہو

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو  
وہ جو لطف مجھ پہ بیشتر وہ کرم کہ تھا کمال ہو  
وہ نئے گلے و شکایتیں وہ سب کی حکایتیں  
کبھی دیکھا جو دہڑا اشاروں ہی گفتگو  
ہوئے اتفاق گر ہم نورنا جانے کو دم بدم  
کوئی بات ایسی گر ہوئی کہ تھا کجی کو بڑی لگی  
کبھی ہم میں تم میں چھوٹتی کبھی ہم سے کبھی اہل حق  
سنو ذکر ہی کئی سال کا کیا اک لپٹے دھڑ تھا  
وہ بگڑنا و صل کی رائے وہ نہ مانا کسی بات کا

جسے آپ گلتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باونا

میں ہی ہوں مومن مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

آئے ہو جب بڑھ کر دلی جن گئے ہو  
دو ٹکے سود ڈھٹے ہم سے فتنے نہیں ہو کیونکر  
باقی نہیں کدورت شوق ستم کی ہرگز  
جوں سوز دل کہلے تم آگ بن گئے ہو  
طیرت جب لڑے ہو لڑنے ہی من گئے ہو  
کیلک دل جبر تم تیرے سے بھن گئے ہو

جائو تو جاؤ سوئے دشمن سوئے خنک کیوں  
 باد بہار میں ہے کچھ اور عطسہ ریزی  
 کیا حال ہے عدم کا کسلا تو بھیجیو جو تم  
 لے گرم نالہا میں آتش فگن گئے ہو

ہے کچھ تو بات مومن جو چھا گئی خاموشی  
 کس نیت کو ہے دیاد دل کیوں بتے بن گئے ہو

پونچھنے سے ہمدرد رہا ہے کیونکر خشک ہو  
 آہ کی گرمی سے دنیا میں ہو جو تر خشک ہو  
 آتش کو خونا دل دلا دے سیلاب سر خشک  
 سوزِ دل آج بگر لینے دے دم تو کب ملک  
 موجِ زن ہو ایک دریا ہمارے جو غل اٹک ہے  
 شمع ساں میں سوزِ گریہ تھرپا جھل گیا  
 اب بھی کھل جا ہے رہا بھن کہہ تھم جائے ہے  
 روزِ محشر آگے اس نشہ ویدا رکا  
 گریہ خوں کو قصدِ عالم بال ہے پھر  
 نشہ کام عشق ہوں کر خاک سے میری بنے  
 رونے کی جا ہو اگر ہو بعد ملنے کے شراب

سب کے دامن تیرے ہوں پر کب پڑ کر خشک ہو  
 نوح کا طوفان بھی ہو تو خشک پڑ خشک ہو  
 اس کے تیرے دامن سے سمندر خشک ہو  
 تیرے ہیں نکھیں ہمیشہ اور لبِ کشر خشک ہو  
 استیں ہو جا تو داماں تر کر خشک ہو  
 ہے تعجب کہ فخر یانی کے اندر خشک ہو  
 دیدہ پریم کبھی تو بھی تو دم پھر خشک ہو  
 حلقِ تھن تر نہ ہو اور حوض کو خشک ہو  
 کیوں خونِ روحانیوں کا آسمان خشک ہو  
 آپ ہوں جوں پھرے دلوں اور سرِ خشک ہو  
 ہے غضب گر نخل کوئی پھول پھل کر خشک ہو

شعرِ زردہ ہیں مومن کہ ہنگامِ جواب  
 خوف کے منہ اور زبان ہر سخنور خشک ہو

لے نا صحو آ ہی گیا وہ فتنہ ایا م لو  
 ہم تو کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھا لو



مجنون محو پارہوں کو دے کا تیر کہ نہ دے  
کیا قہر ہے کب تک کوئی رہے آتشوں کی  
تندہ ہیں ہم صبا کے گستاخ کس کس لطف سے  
ایسی دل سے بوسہ دل کا کہ شادی مرگ ہوں  
بخت سیاه لے منو آخر ملا ہے خاک میں  
دن رات فکر میں یوں رنج اٹھاؤ کب تک  
پھر موتی مقل کے وہ ہاتھ آئے تو بہر نثار

گرو رہ رہ رہ رہ رہ رہ رہ رہ رہ رہ  
ہمسر ہمسر ہے ہمسر ہے ہمسر ہے ہمسر ہے  
گرو ہوئے رہ رہ رہ رہ رہ رہ رہ رہ رہ رہ  
جور و ستم پھیری یاں مطلق کرم سے کام لے  
یکے چہرہ سے یہاں نو یا سر نہ رہے مقام لے  
ڈر نہ ہو ذرا آرام لوں تم ہی ذرا آرام لے  
کشتگان شوق جاں نڈو کی سو دوام لے

مومن تم اور عشق تباں لے پیر و شہد خیر ہے

یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لے

یہ مایہ دل جان زار شہ گبر تو کھینچو  
شلیح لے گناہاں ہی نہ اکسٹا اس کلائی کی  
سبک دج تیر وہی کہیں پوسہ ہوتا ہے  
وہ آئے یا نہ لے زیست میری ہونہ ہو لیکن  
اخر ہوا ہی کب ہم مٹے قادروں کو اے صبح  
سینہ زور آسانی جذبے ل کر سچ ہی دیکھو  
حبش ناشہ آہ تیرہ لہو نہ چشم حباد کی  
دکھا دوں گاتھا سالیں عجب دمجہ سے مخرج

کچھ کا اڑ کا دل و نسل ناشر تو کھینچو  
ہوں زور تیر گے پہلے تم فہمیر لے کھینچو  
نیم گھل دی سنا تو بھلا نقد و نو کھینچو  
ڈرائے چاہے سنا ز احمد تیر کھینچو  
نہاں سے پتیر تیر محبت قفس سرور کھینچو  
کھینچے گا ہر پیتھت ہم اپنا تیر کھینچو  
رہیں بند ہوں میر کی اک کھنڈ تیر کھینچو  
اگر ہمارے میں آسماں زنجیر تو کھینچو

کہاں میں تو ہوں کہ اڑ کا دل و نسل

اگر ہمارے میں آسماں زنجیر تو کھینچو

زندہ کیا ہے ہم نے مسیحا کے نام کو  
 بندے کا بس سلام ہے ایسے سلام کو  
 یوں کون جانتا تھا قیامت کے نام کو  
 گھبرا نہ جائے دیکھ آہیں درد عام کو  
 مجھ سے بیاں نہ کیجے عُد کے پیام کو  
 کیوں سوختا ہے تارہ سم انتقام کو  
 کرتے ہیں آگ نالہ اندیشہ کام کو  
 رونا ہوں اپنے میں دلِ جنت مقام کو  
 ہم نے خراب آپ کیا اپنے کام کو  
 لگ جائے آگ دل کے خیالات خام کو  
 دکھلاؤں دل کے جو رُاسِ آئینہ نام کو  
 پھر کون فارغوں کے سنے اذن عام کو  
 اب غیر اُس گلی میں نہیں پھرتے شام کو

مذنب سے نام سُنتے تھے مومن کا بابائے آج

دیکھا بھی ہم نے اُس شعرا کے امام کو

عذر کچھ چاہئے ستانے کو  
 ہم نے دشمن کا گھر جلائے کو  
 ہمارے کیا ہو گیا زمانے کو  
 مُنہ کہاں تیرے مُسکرائے کو

احما زماں ہی ہے ہمارے کلام کو  
 نئیو سلامِ غیر کے خط میں سلام کو  
 اب شور ہے مثالِ جودی اُس خدام کو  
 آتا ہے ہر قتلہ دُور لے ہجومِ یاس کو  
 گو آئے جواب بُرا ہی دیا دِلے  
 یارِ وصل ہر تلمہ فی ہجراں میں لے فلک کو  
 تیرے سمندرِ تاری لے جا شہرِ ارتیں  
 تیرے پیچھے تیرے زندہ دلوں سے کیا ہو آہ کو  
 سُن سُن کے نادرست تری خود بگاڑ دی  
 اُس سے جلا کے غیر کو اُمسید ہمتگی کو  
 بختِ سعید آئینہ داری کرے تو میں  
 جب تو چلے جنازہ عاشق کے ساتھ ساتھ  
 خایہ کہ دن پھرے ہیں کس تیرہ روز کے

ہم سمجھتے ہیں آزمانے کو  
 سنگِ در سے ترے نکالی آگ کو  
 پنجِ عشرت کے وہ نہ شام وصال کو  
 بواہوں رُخسے میرے گریہِ پاپ کو

برق کا آسمان پر ہے دماغ  
سنگ سودا جنوں میں لیتے ہیں  
شکوہ ہے غیر کی کدورت کا  
روزِ محشر بھی ہوش گر آیا  
سُن کے وصف اُس پہ مر گیا ہم  
کوئی دم ہم جہاں میں بیٹھے ہیں  
چل کے کعبے میں حبِ کرمون ق چوڑا اُس بت کے آستانے کو

نقشِ پائے رقیب کی محراب  
ہیں زمیندہ سر جھکائے کو

صد حیف سینہ سوزِ فغاں کا رگرنہ ہو  
دیکھیں غمِ درد نہ پہ کب تک نظر نہ ہو  
لے آہ آسماں میں عبثِ رخسہ گرنہ ہو  
فریاد بے گناہ کشی محابِ کربا کر دل  
معتسوقِ مے سے زامِ مفلس کو یا س سے  
ایسے سے قدرِ مہر و فنا کی اُمید کیا  
ہو خانماں خرابِ ستم سے زیادہ تر  
عابدِ فریب شوخی درِ غریتِ نرا نگاہ  
لے کر دیش نہ مانہ کبھی تو تنہا آئے  
سودا ہے مجھ کو گرمی بازارِ عشق کا

یاں جان پر بنے ترے دل میں خمر نہ ہو  
میراثِ شگافِ سینہ ترا چاکِ درد نہ ہو  
ڈرے مایہوں میں نزلِ بلا بیشتر نہ ہو  
گم رہم جاں نشِ ربی پیغامبر نہ ہو  
قطعِ تعلقات کس اُمید پر نہ ہو  
جس کی ہنوز اپنے ستم کی خبر نہ ہو  
ایسا نہ ہو کہ اب بھی تیرے دل میں طہر نہ ہو  
میں کیا کسی سے صبرِ تجھے دیکھ کر نہ ہو  
حسرت مجھے قبول اگر اس قصد نہ ہو  
اس کا کہاں خیال کہ اپنا سر نہ ہو



پا سے طلب شکستہ نہ کوتاہ دستِ شوق  
 حزنِ بلال میں ہو دل آزر دگی کا دہم  
 ہے آرزو سے مرگ کی بے انتفاسیاں  
 صحبت میں ایک رات کے وہ تنگ گئے  
 لذت بغیر جاں دہی مردگاں بحال  
 ہیں جاں نثار کہتے تو مرجائیں ہم ابھی  
 جب فرق بے کلاہ ہوا چہن آگیا  
 پامال کچھ شوق سے بربزمِ خاص میں  
 سوتے سے اٹھ کر آئے ہیں یارب جائیں  
 اب کچھ آہ ناب گسل ہر جفا کے ساتھ

ہم بھی ستم کریں جو وہ نازک کمر نہ ہو  
 کیسی بُری بنے جو گلے بے اثر نہ ہو  
 جینا مرا محال تو دشمن اگر نہ ہو  
 طول اہل سے قصہ مرا مختصر نہ ہو  
 آپ بقا نشروہ دایانِ ثمر نہ ہو  
 یہ کام بُرا ہو جس سے کبھی عمر بھر نہ ہو  
 راحت زیادہ تر ہو اگر تن پہ سر نہ ہو  
 اتنا تو ہو کہ خاک مری در بدل نہ ہو  
 شرمندہ آج شب کے دعا سے سحر نہ ہو  
 جب جان سے گزر گئے پھر در گذر نہ ہو

مومن ہوا قیوبِ حذر سے صنم پرست

ایسے سے ڈرے جس کو خدا کا بھی ڈر نہ ہو

خالی ہوا سے نتن سے گاہے جہاں نہ ہو  
 اعجاز سے زیادہ ہے سحر ان کے ناز کا  
 یوں تو ہمت کے دل کے خریدار ہیں دے  
 لکھتا ہوں اُس کو بستگی دل کا ماجرا  
 شیخِ حرم سے کام نہ پیر مغاں سے ربط  
 ترکر دیا ہے ابر بہاری نے اس قدر  
 اب شوقِ وصل ہے نہ غمِ قربِ مدعی

اُس دم تیا امت آئے اگر آسماں نہ ہو  
 آنکھیں نہ کہہ رہی ہیں جوں کے بیانش ہو  
 جو ہے سودِ معاملہ کیونکر لہریاں نہ ہو  
 آنسوِ داغ ہو تو سیاہیِ داں نہ ہو  
 کیا کفر دین جو پاس نہ زریا جواں ہو  
 بجلی گرے تو گرم مرا آشیاں نہ ہو  
 پامال ہو چکا ہوں عبث سرگراں نہ ہو

کرنی نہ تھیں بگاڑ کی باتیں گلہ میں ہائے  
عزیم سفر جہاں سے کروں کیا شبِ فراق  
اس شرط پر جو لیجے تو حاضر ہے دل بھی  
یہ جامہ پارہ پارہ ترسپنے سے ہو گیا  
کیسی بنے جو دل سے وہ نامہاں نہ ہو  
میں جانتا ہوں چین کہاں تو جہاں نہ ہو  
رنجش نہ ہو فریب نہ ہو، متحاں نہ ہو  
صبحِ شبِ شراق ہے تو بدگماں نہ ہو

مومن بہشت و عشقِ حقیقی ہمیں نصیب  
ہم کو نورِ بخ ہو جو عنہم جاں دال نہ ہو

## دلین الہیہ

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلاؤ  
آرزوئے نظارہ تھی تو نے  
دشمنوں سے بگڑ گئی تو بھی  
بات پوری بھی سنہ سے نکلی نہیں  
ہو گیا رازِ عشق بے پردہ  
شبِ عنہم کا بیان کیا کیجے  
جب کہا یا رے دکھا صورت  
کس کو خونِ جبگر پلائے گا  
پھر گئی آنکھ مثلِ قبلہ نہا  
گھر میں بیٹھے تھے کچھ اہستہ  
ہم بھی نگہیں سے ہیں آج کہیں  
اسے شبِ بھر تیرا کالا سُندھ  
اتنی ہی بات پر چھوٹا یا سُندھ  
دیکھے ہی مجھے بسنا یا سُندھ  
آپ نے گالیوں پہ کھڑا سُندھ  
اُس نے پندہ سے جو نکالا سُندھ  
ہے بڑی بات اور چھوٹا سُندھ  
ہنس کے بولا کہ دیکھو اپنا سُندھ  
ساغر سے کو کیوں نکلا یا سُندھ  
جس طرف اُس صنم نے پھیرا سُندھ  
بوسے بن دیکھتے تھے میرا سُندھ  
صبح اُست سے دیکھ تیرا سُندھ

سنگ اسور نہیں ہے چشمِ تبار

دوسرے مومن طلب کرے کیا مٹھ

جو تیرے فہ سے نہ ہو شرِ عمار آئینہ  
کہے ہے دیکھ کے رخسارِ بار آئینہ  
ریاہِ روبرو کرے ترکِ الفتِ گھٹام  
صفائے دل کی کہاں قد رتیرِ رونی میں  
سمجھ لیا کس میں سب زنگ کو طوطی  
وہ سخت جہاں ہوں کہ دکھلائیں گردِ مراد  
مقابلِ اس رخ روشن کے کھل گئی قلعی  
سمائے ہیں مگر ترے نو بہنو جلوے  
شکستِ رنگِ پستی میں ہنستے ہیں ہم بھی  
مجھے تو کہتے ہومت دیکھ مری جانب تو  
بلا ہے منہ و فافور اڑ گیا نارِ صبح  
قد رخ کرے سوئے آئینہ دار آئینہ  
کہ اس صفائی پر صد قے فتار آئینہ  
میں بواہوس کو دکھاؤں ہزار آئینہ  
چراغِ صبح ہے شہاے نار آئینہ  
کہ ہے نظارہ کا اُمیدوار آئینہ  
تو توڑے کمر کو ہزار آئینہ  
نہ ٹھرا آگ پہ سیلاب کو آ آئینہ  
کہ بن گیا ہے طلسمِ ہزار آئینہ  
دکھائیں گے انہیں وقتِ غمار آئینہ  
اور آپ دیکھتے ہو بار بار آئینہ  
تو لیکے دیکھ تو رنگِ عذار آئینہ

سمجھ مومن اگر نارِ واسے خود بینی

تو دیکھیں کاسے کو پر میز گار آئینہ

سیاہ ہے پہلو میں مرے دل تو نہیں یہ  
معلوم رسائی ترے کانوں تک اگرچہ  
کچھ شورِ محبت کی تو لذت ہی نہ پوچھو  
اک ہ کو ہی کرؤں کہ ہو شاید اسے تاثیر  
اس دل نے متا یا مجھے غارت ہو کہیں یہ  
نالہ مرا کہتا ہے کہ ہے عرشِ برس یہ  
ہے آپ کے بھی حُسن سے کتنا نکلیں یہ  
فرست نہیں اسے نفسِ باز پسین یہ



حسرت سے کہا خضر نے دیکھ اُس کی گلی کو  
 کیا یار کے آنے کی سنی کچھ کراہل کی  
 کیوں چھوڑتے ہو مجھ کو بُرا ہونے لگا کیوں  
 یا پردہ اٹھا دو نہ کھلا شوق نہ سانی  
 یاں کا ہے کہ وہ آنے لگا کس دل  
 بیدم سا پڑا تھا کوئی اس کو چہ میں اُس نے

مرتا ہوں ابھی گر لے مدفن کو زمین یہ  
 کلبے کی خوشی ہجر میں ہے جانِ حزیں یہ  
 ہے غیر کا نام نہ مرا خطِ حبیبیں یہ  
 اب مجھ سے تو چھپتا نہیں لے پردہ نشیں یہ  
 لولاکھ کہے پر کوئی آتا ہے لیتیں یہ  
 دروئے میں آجائے کے دیکھا جو کہیں یہ

اس دم کے مدتے وہیں گبرائے کہا ہاں  
 جا کر کوئی دیکھو کہیں مومن تو نہیں یہ

دبستگی سی ہے کسی لف دوتا کے ساتھ  
 کب تک نبھائے بُتِ نا آفتا کے ساتھ  
 یاد ہوائے یار نے کیا کیا نہ گل کھلائے  
 مانگا کریں گے ابے دعا ہجر یار کی  
 ہے کس کا انتظار کہ خوابِ بدم بھی  
 یارب صال یار میں کیونکر ہو زندگی  
 اندھے سودا تیش غم بعد مرگ بھی  
 سو زندگی نثار کر دوں ایسی موت پر  
 ہر دم عرق عرق لگے بے حجاب ہے  
 مرنے کے بعد بھی وہی آوارگی رہی  
 دستِ جنوں نے میرا گریباں سمجھ لیا

پالا پڑا ہے ہم کو خدا کس بلا کے ساتھ  
 کیجئے دعا کہاں تملکِ مہر بے دنا کے ساتھ  
 آئی تھیں سے نکستِ گل جب صبا کے ساتھ  
 آخر تو دشمنی ہے اتر کو دعا کے ساتھ  
 ہر بار چونک بڑھتے ہیں آوازِ با کے ساتھ  
 نکلی ہی جان جاتی ہے ہر ہر ادا کے ساتھ  
 اُٹھتے ہیں میری خاک کے شعلے ہوا کے ساتھ  
 یوں روئے زار زار تو اہلِ عزا کے ساتھ  
 کس نے نگاہ گرم سے دیکھا عیا کے ساتھ  
 انسو میں جاں گئی نفیس نارسا کے ساتھ  
 ابجھا ہے اک سے شوخ کے بتد قبا کے ساتھ

آتے تیرے چل دیے مصیبت نہ پاس کا  
میں کہتے سے بھی خوش ہوں کہ مصیبت تو کہتے ہیں

کیسا ہیچ دم تھا دل حسرت فزا کے ساتھ  
اس فتنہ گر کو لاگت ہے اس ابتلا کے ساتھ

مومن وہی غزل پڑھو شرب جس سے یزدم میں

آتی تھی لب پہ جاں وہ دستِ خدا کے ساتھ

اُلٹے وہ شکوے کرتے ہیں دریں داک کے ساتھ  
بہر عبادت آئے وہ لیکن تقنا کے ساتھ  
بے پردہ غیر پاس اُسے بیٹھا نہ دیکھتے  
وہ لالہ رو گیا نہ ہو گلگشتِ باغ کو  
اُس کی گلی کہاں یہ تو کچھ باغِ خلد ہے  
آتی ہے بوسے داغ شبِ تارِ حیر میں  
گلابا نگ کس کا مشورہ قس ہو گیا  
تھی رعد سے پھر آنے کی خوش یہ خبر نہ تھی  
کچھ سے اپنے غیر کا ٹھہ ہے ہٹا سکے

بے طاقتی کے طعنے ہیں غمِ جفا کے ساتھ  
دم ہی نکل گیا مز آوازِ پا کے ساتھ  
اُٹھ جاتے کاش ہم بھی جہاں جہاں کے ساتھ  
کچھ رنگ بگ بگ کے عوض ہو صبل کے ساتھ  
کس جہاں مجھ کو چھوڑ گئی موت لاک کے ساتھ  
سینہ بھی پاک ہو نہ گیا ہو قبا کے ساتھ  
کچھ آج بوسے خوں ہو ہاں کی چوک کے ساتھ  
ہے اپنی زندگی کافی اسی بیوفا کے ساتھ  
عاشق کا سر لٹکا ہے ترے نقشِ پا کے ساتھ

اندھری گمراہی بُست و بُست خانہ چھوڑ کر

مومن پلا ہے کعبے کو اک پائلا کے ساتھ

ملکیت سے جوں پنجہ گل لال ہوا ہاتھ  
میں اپنے گریباں کے ٹکڑوں کا ہوں پیر و  
ہے دستِ مری نہیں کی تفسیرِ بیضا  
ہنگامِ وداع آہ گلا کاٹ لے ہے تھے

دار کے وہ بس چھوڑے اگر گناہاتھ  
چلتے ہیں جنوں میں مر پانوں کے سوا ہاتھ  
یہ معجزہ تانہ سیما کے لگا ہاتھ  
کیا کہنچتے دامن کو توے کام میں تھا ہاتھ

رکھا تو دل و چشم سے ابٹھ نہیں سکتا  
 ہونے نہ دیا چاک گریبان کفن کو  
 یہ دست بزمیدہ کے قاصد کا نہ ہوا  
 جیسا مجھے آرام ترے ہاتھ سے آیا  
 جوں شلخ گھل لے جوش جنوں نہ اڑو یعنی  
 بیٹھا کف افسوس ملے گا پس کشتن  
 قربان نذر کرتے ہیں کیا پاؤں سے کہا ہاتھ  
 پاروں نے کتے دفر کرتی سے جدا ہاتھ  
 ہے ہر کا خط ہا سے شعا غی سے بھرا ہاتھ  
 اللہ کرے یوں ہی ترس سینہ مرے ہاتھ  
 جب چاک ہو جامہ لو بس ٹوٹ گیا ہاتھ  
 غیروں سے بھی ظالم تو مرے ہاتھ اٹھا ہاتھ

ہم ادھر یہ بدعت تپش دل کے سبب سے

مومن مرے سینہ پر ہے بدعتنا ہاتھ

ہم میں فلک نگہ کی بھی طاقت نہ چھوڑ دیکھ  
 لے جائے یہ میر ہوں وہ مجھوں کہ قیاس کا  
 دو بر خیز کا بھی ہے کچھ دھیان یا نہیں  
 گر ناز کی سے پار ہو دشمنہ تو اک نگاہ  
 اغوا لے غیر سے نہ بگا خفتہ فتنہ کو  
 آئینہ خانہ بن گیا دل توڑنا نہ قصا  
 طوفان میں اب ہر گہرا شک ہیں نہاں  
 میرا تلوں بھی قبلہ نا سے نہیں ہے کم  
 کیا رحم دیکھ کی بھی بندی ہر چاہے

جلنا ترا توں میں بھی تاشیر کو گیا

مومن یقیناً جس ہے تو پتھر کو بھوڑ دیکھ

دست ہڑہ سے پنجہ خور کو مدت مرڈ دیکھ  
 پھٹ جاتے سینہ مرے گریبان کے جوڑ دیکھ  
 اے مست حسن شیشہ دل کو نہ توڑ دیکھ  
 ہم نیم بساہلوں کو تر پتہ نہ چھوڑ دیکھ  
 میں غش نہیں مول غل مری مت جھوڑ دیکھ  
 یعنی اب ایسے جلوہ نما میں کرڈر دیکھ  
 اے باد دست ازین مزگاں نہ چھوڑ دیکھ  
 بار نہیں تجھے تو ذرا منہ کو موڑ دیکھ  
 اے چشم اُس کے سلنے تو ہاتھ جوڑ دیکھ



## ردیف الیاء

منظور نظر غیر سہی اب ہیں کیا ہے  
کھائی ہے قسم ہم نے کہ پرہیز کریں گے  
جب گھر میں ہو تم آ رہیں کوسچ میں ہم کیوں  
بس بس نہ کرو بات کہ یاد آئے ہے مجھ کو  
کس طرح نہ اُس شوخ کے رونے پہ ہنسوں میں  
اب شوق سے تم مھنل اغیار میں بیٹھو  
یارب کوئی معشوقہ دیجو نہ ملے یارب  
تو بہ گنہ عشق سے فرمائے ہے واعظ  
آزادہ حرمان ملاقات ملے کیا  
پرہیز سے اُس کے گئی بیماری دل آہ  
تھانچو رنج یار میں کیا آئینہ دیکھوں  
جیا باکرے دل لاکھ نہ بولوں گا جو ہدم  
میں ترکہ فلسے بھی دنا دار ہوں مشہور

سے دید تری آنکھ سے دل پہلے بھرا ہے  
گرد د سے بھر جائے طبیعت تو مرا ہے  
شکوہ جو تھارا تو ہمارا بھی بجا ہے  
ناصح سے جو کچھ ملے خردیوں میں بھی لگا ہے  
نظروں میں مرد شکم نہ آنکھوں میں چلا ہے  
یاں گواہ غلوت میں عجب لطف اٹھاتا ہے  
جرآن کی دعا ہے ہی اپنی بھی دما ہے  
یہ بھی کہیں دل دے کے گہنگار ہوا ہے  
یہی کہ نہ ملنا ہے نہ ملنے کی مزا ہے  
بیگ و نگینوں میں بھی عجب ربط رہا ہے  
معلوم ہے یار مجھے جو رنگ مرا ہے  
وہ میرے منانے کو رقبہ سے خفا ہے  
کیس تجھ سے جولے دشمن یار باب و فلہ

مومن نہ ہی بوسہ پا سجدہ کریں گے

وہ ہر شاہی جاووروں کا تو اپنا بھی خدا ہے

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی  
سہ ایک خلق کا خوں سر پہ خشکیں کے مرے

خبر نہ لاش پہ اُس دھوناکے آنے کی  
سکھائی طرز اسے دامن اٹھاکے آنے کی

کہا جو تو نے نہیں جان جائے آنے کی  
 خمیم سلسلہ مشک سا کے آنے کی  
 تم اپنے پاس تک اس مبتلا کے آنے کی  
 بہارِ دُفعِ زرے مسکرا کے آنے کی  
 یہ بے سبب نہیں بندی ہوا کے آنے کی  
 کہ رافہ دیکھی ہے اُس نے حیا کے آنے کی  
 گئے ہیں یاں سے سو گند کھا کے آنے کی  
 اُسید تھی مجھے کیا کیا بلا کے آنے کی  
 اہل بھی رہ گئی ظالم منا کے آنے کی  
 قسم ہے مجھ کو صدائے دراکے آنے کی  
 کہ دیر اٹھانے میں کیلے سب کے آنے کی

بھیرے ڈرے کہ مومن کہیں نہ کہتا ہو

مرے تسلی کو درِ حَسْبِ زاکے آنے کی

پیر یہ ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو یا آجائے  
 وصلِ دشمن کے لئے سوئے سزا آجائے  
 مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی عار آجائے  
 تو اگر نکلا چین سے تو بہا آجائے  
 گزری نعلین پہ وہ شعلہ عذار آجائے  
 دل جو خالی ہو تو آنکھوں میں غبار آجائے

سمجھ کے ادھر ہی کچھ مَرِ چلا میں لے ناصح  
 اُمیدِ سرمہ میں تکتے ہیں راہ دیدہ رخم  
 چلی ہے جان نہیں تو کوئی نکالو راہ  
 نہ جائے کیوں دلِ مرغِ چین کہ سیکھ گئی  
 مشامِ غیر میں ہو سچے ہے لکھت گلِ داغ  
 جو بے حجاب ہو گی تو جان جائے گی  
 پھر اب کی لائے قریان جاؤں جذبہ دل  
 خیالِ زلف میں خود رستگی لے فہر کیا  
 کرد میں عدہِ خلافی کا شکوہ کس کس سے  
 کہاں نہانا ترے کان بچتے ہیں مجھوں  
 مرے جنازہ پہ آنے کا ہے ارادہ تو آ

میں اگر آپ سے جاؤں تو قرار آجائے  
 باغِ حواء چارہ گرد چلے کہ وہ بھی شاید  
 کر ذرا اور رکھی لے خوش حیلِ خوار و ذلیل  
 نام بد بختی عشاق خزاں ہے مجلسِ بل  
 جیتے جی غیر کو ہوا تشنہ دُرخ کا عذاب  
 کلفتِ ہجر کو کیا وڈوں ترے سامنے میں

مخود لدار ہوں کس طرح نہ ہوں دشمن جاں  
مجھ پہ جب نامحسوس کو پیارا آجائے  
ٹھیکر جاسوں نقش ہے تو تو پناہ لیکن  
چارہ سازوں میں راہِ مہم دل زار آجائے

حسن انجام کا مومن مرے بالے ہے خیال  
یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جا رہا جائے

تیری پاؤں سے اپنی خاک بھی مایوس ہے  
نقش پاؤں پر نقش پاؤں کا کم فانیوں سے ہے  
ہائے یاد مرغِ مجنوں کی جنوں فزائیاں  
میرے سر کو سایہ پاں ہما منوس ہے  
چشمِ دریا بار ہے کس کے خیالِ خط میں جو  
فلس ماہی داغِ فرات ہے پر طاؤس ہے  
کیا یہ مطلب ہے کہ برعکس و نا ہو گی جہنا  
جو تھکائے عہد نامہ میں خطِ معکوس ہے  
یاں جلا یا جی حجابِ جمع رونے اور بھی  
بسکہ شامِ وصل آغازِ سحر میں مر گئے  
غیرت آمد شد دشمن سے تلواروں سے لگی  
گر نہ ہو شکرِ جفا سے متصل سے در دسر  
نزع میں جی کا بکھنا تیرا آنا ہو گیا  
شاعری اپنی ہوئی نسیر لگی انشوریا  
لوہ پہ کچھ کچھ التماس جانِ غم مافوس ہے  
بسکہ مرتے مرتے دل میں حسرتِ پلوس ہے  
جو سخن ہے سوسم از بطلیموس ہے

کر چکا ہوں دردِ غلامی بتاں میں امتحاں

میں نہ مانوں گا کہ مومن زاہد سالوس ہے

دیتے ہو تسکین مرے آثار سے  
دستی تم کو نہیں اغیار سے  
کچھ نہ سوچا حسرتِ دیدار سے  
سہل چھوٹے مردانِ شوار سے  
داغِ خون سے مرے وہ حیراں ہوا  
دامن اکھٹا ہے گلِ بے خار سے



پیوڑی صلد آؤا لہوس سر کو کہ اب  
 فصد کی حاجت مجھے کیا چارہ گر  
 مال کیسے ہاں بھی دے سر بو لہوس  
 مت کرو کتنھی نہ یہ دردِ دینا  
 آہ در چرخ کی کیا خاک لڑائے  
 کھا گیا ہاں آکر دور اس کو نکال  
 یوں کہے درد آیا اپنی چیز کا  
 گر نصیحت کر میں سچ ہوں وہ لوح  
 کیوں نہ کا میں لبِ اطمینان گیا  
 وعدہ کر کے وہ نہ آئے نامہ برد  
 دستِ قاعدہ کالے کیوں نہ آیا  
 ہائے جنتِ خفقہ کی یوں بھکی آنکھ  
 مجھ سے وہ چھپتے پھر پلاس کے سوا

جواکتے ہیں روزِ دلوار سے  
 یہ کیا خوں دیدہ خونبار سے  
 گر بنے تو دل ٹھٹھالوں پار سے  
 دل چرائے طرہ طرار سے  
 فتنہ پر پاس ہے تری رفتار سے  
 میں نہیں خوش صحت غوار سے  
 حال دل گر پوچھتے ددار سے  
 تو نیسے گی خوب اس حیار سے  
 حال پوچھا تھا تیرے بیمار سے  
 تو نے پوچھا ہوئے گا تکرار سے  
 دزدی مضمون سحر طوار سے  
 دشمنوں کے طالع بیدار سے  
 اور حاصل عشق کے اظہار سے

کہ غزل اک اور بھی مومن کہ ہے

شوق اس بت کو اسے اشعار سے

زہر شکر ہے نگاہِ یار سے  
 قتل ہو کر ہم بچے آزار سے  
 جا بجا نہ رہیں باری سینے اشک  
 گر نہ کھلیں جان رہی ہار دیں  
 موت سوجھی نہ گیں بیمار سے  
 عمر کے دن کوٹ گئے تلوار سے  
 پونچھے ہوں گے رامیں ہسار سے  
 عشق بادی سکھئے اغیار سے

بن کہے مار ہائے پہاڑی اُسے کیونکر سناے لوگوں نے  
کیا تاشا سے جو نہ دیکھے تھے وہ تماشا دکھائے لوگوں نے

کردیا مومن اُس صہم کو خفت

کیا کیا ہائے ہائے لوگوں نے

تھیں تقصیر اُس بُت کی کہ ہر میری خطا لگتی  
ترپنے لوٹنے روٹنے کا باعث تھوڑی بھی گھٹنا  
ستم لے شور بختی میری ہڈی کیوں ہٹا کھاتا  
جو مر جاتا تو یہ ڈکھ کھے کو سہتا اگر آئیں  
وہ پھر ہے گرم نظارہ کہاں تک خم مل ٹانگوں  
نسیم مہر کا دم پیر کسناں کا ہے کو بھرتا  
جو گریہ تر نہ کر دیتا تو جیسے نا کھینچا کھتا  
کئے تھے کاٹ کاٹ آلودہ غول ہاتھوں نے  
بلائے جاں ہوا دھواں اُس سیہ کاکل کی چوٹی کا

مسلمان ذرا اندشت سے ہیو حسد لگتی  
ترپے دل کو بڑی سیر دے ای اگر سے بیوف لگتی  
سب سے سینے لاکو اگر نہ عالم بد مزاج لگتی  
نہ کہتا میں تو شاید شہوت کی بد دعا لگتی  
کہ ہر ہر سبز نگہ کے ساتھ کہ بجھی ای آ لگتی  
اگر کو چہ کی تیری خاک آلودہ ہوا لگتی  
چمن میں کوہ میں سحر میں آتش جا بجا لگتی  
وہاں صحت سے ہاتھوں میں تھی شہ جانا لگتی  
نہ لگتا دل دل کے پیچھے ہاتھ کو بلا لگتی

کہیں سے ڈھونڈھ کر لانا بت کا فر کو اُسے مومن

طبیعت میر جنت میں نہیں اُس کے سوا لگتی

مگر گئیں چشم سے کیوں تیز نظر کرتا ہے  
جب وہ حیرت زدہ چہرے کو یہ نظر کرتا ہے  
مگر تصور سے ہوں ہم بزم تو بیتاب ہے  
کس کے سننے کا تصور ہی شہد ہے کہ یوں

کب مرانا ترے دل میں اثر کرتا ہے  
آئینہ صد گلہ آئینہ مر کر کرتا ہے  
کس قدر وہ مرے طعنے سے جھڑکتا ہے  
گدگدی دل میں کوئی آٹھ پہر کرنا ہے

غمِ خطا میں ترے مرجائیں تو کچھ کیا ہو عجب  
 اک نکدہ اس تولد سے اٹھی لے قاتل  
 کیا کیا دل نے کہ آنکھوں کی کھاراز نہاں  
 عیش میں بھی تو نہ جاگے کبھی تم کیا جانو  
 عدم آباد سے آنا مجھے یاد آئے ہو جب  
 بخت بد نے یہ ڈرا یا ہو کہ کانپ اٹھتا ہوں  
 قتل کی ٹھہر گئی اپنی رقیبوں میں آج  
 سن رکھو سیکر رکھو اس کو غزل کہتے ہیں

مومن لے اہل فن اظہار مہنہ کرتا ہے

دیکھ گریاں مجھے وہ چشم کو تر کرتا ہے  
 ذکر کرتے بیٹھیں ہجراتی ہی سے شاید میرا  
 نالہ غیرت بلبل سے بھر ٹک اٹھے ہے آگ  
 سدا رہا اسی نہیں طیرت یا دِ اغیار  
 میرے زرد آبلوں سے تختہ بھر گئے ہشتاد  
 ہے تری جاے تو ہر ایک کے دل میں کیونکر  
 تیری غفلت سے یہ حالت ہے کہ اب بیکہ مجھے  
 کیا روتی ہے مجھے فکری خیال دشمن  
 اشک شادی نے دمِ میل بلایا کر مجھے

اشک غماز بھی آنکھوں میں جو گھر کرتا ہے  
 اب وہ اغیار کی صحبت سے عذر کرتا ہے  
 گل مری قبر پر کیا کارِ شہر کرتا ہے  
 کب خیال اپنا ترے دل میں گزر کرتا ہے  
 ہے وہ اکسیر جڑوں خاک کو زہر کرتا ہے  
 دیکھئے حالِ مر اسب کو اثر کرتا ہے  
 ترک آئینہ گری آئینہ گر کرتا ہے  
 دسل میں جب وہ ادمر ہنس کے نظر کرتا ہے  
 منع نظارہ مرادیدہ تر کرتا ہے



مخودہ ہے کسی بُت کا تو مومن کہ ناز

پھیر کر قبلہ سے منہ بان ب در کرتا ہے

کہوں کیا دہنیاں کی کلیجہ منہ کو آتا ہے  
کہ دشمن کہہ گیا ہے فائدہ کہوں گل چاٹتا ہے  
تھارا حسن عالم سوز کس کس کو جلاتا ہے  
مرا شور و غناں کلمے کو سوتوں کو جلاتا ہے  
کوئی یوں خاک میں ایسے گہر کو بھی ملا تھا ہے  
تھارا منہ چھپا نادیکھے کیا کیا دکھاتا ہے  
بگڑتا گر نہیں دشمن سے کیوں نہیں بناتا ہے  
عجب فتنہ ہر نامح بھی کہ یہ فتنے اٹھاتا ہے

نغان کیا دم بھی لینا پارہ ہا دل ڈالتا ہے  
سُت اُس نے مرا نالہ اثر بھی کچھ ہوا شاید  
پڑی ہوئے ہر انجانوں پہ دوزخ میں پڑی جہیں  
گراں خرابی وہی ہے جنت خواہید کی لے ظالم  
گر بے لے اشک پر تاثیر کیوں فلوت میں آ نکھو  
کبھی کی پھر گئیں آنکھیں فرشتے بھی نظر آئے  
میں یا ہوں کہوں گاتجہ کو طعنہ بے و نالی کا  
نہ کرنی تھی نصیحت اُس کے بیٹھے پر قیامت کی

خیال خوابِ احتکام علاج اس بدگمانی کا

وہ کافر گوریں مومن مرا سنا نہ ملتا ہے

کس لئے ہر بے خودی غفلتِ شعاری آپ کی  
کس لئے شوخی ہوئی ہر بیقراری آپ کی  
کیوں گزرتی ہر فلک سے آہ و آری آپ کی  
ہو گئی کس آشتی دشمن سے یاری آپ کی  
خاک اُڑانے کیوں لگی باد بہاری آپ کی  
جوں کتاں ہر شب قبا لکڑے ہر ساری آپ کی  
ایسی عمر یاس سے اُمید داری آپ کی

کیوں بنی خونناہ نوشی بادہ خواری آپ کی  
کیوں ہم جاناہ کے بدلے ہر از خود رنستگی  
منفعل ہزار دم ناپسید غم سے کیا ہوئے  
آشنا سے ہو گئی بیگانگی حسباتی رہی  
بُوئے گل سے ہو کدڑ کس کی بُرائی ہے یاد  
دشمن مدد میں تڑپتے ہو نہیں تو کس لئے  
بچہ کو حیران رکھ کر حیران نہ جلتے ہو کیوں

جی جلا جان ہو کیوں ہر لحظہ کس پر دل گیا  
کیوں ہر رنگ نہ رہا پر گلو نہ اشک سرخ کا  
ہائے کیا مینا ہے کہ دھریا عینہ پہ ہا کھ  
سرمہ دینے لگتے ہو جس وقت دنا آئے سے  
دل گیا دم پہ سبز نکلیں لڑیں کہتی ہیں حال  
قطرہ ہائے اشک گنتے ہو اگر روتا ہوں میں

کے تھی تابو سے جاں بے اختیاری آپ کی  
کس لئے ملنے لگی رنگت ہماری آپ کی  
کھل گئی ہوش کہے سے دلفکاری آپ کی  
بارے ہو اب تک تو باقی شرمساری آپ کی  
بیقراری آہ دزاری اشکباری آپ کی  
اس قدر خود ہو گئی اختر شاری آپ کی

کس سہم کی بندگی میں بہت پرستی چھوڑ دی  
ہو گئی مومن کی سی کیوں ین اری آپ کی

صبر و حشمت اثر نہ ہو جائے  
ر شک پیغام ہے عن کش دل  
دیکھو مت دیکھو کہ آئینہ  
ہجر پر وہ نشیں میں مرتے ہیں  
کثرت سجدہ سے وہ نقش قدم  
میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ  
میرے آنسو پہ پوچھنا دیکھ  
بات واضح سے کرتے درما ہوں  
اے قیامت نہ آؤ تب تک  
مال ظلم ہے تغافل یار  
غیر سے بے حجاب ملے ہو

کہیں صحرا بھی گھر نہ ہو جائے  
نامہ پر راہ بر نہ ہو جائے  
غش تمہیں دیکھ کر نہ ہو جائے  
زندگی پر نہ دھن نہ ہو جائے  
کہیں پا مال سر نہ ہو جائے  
تجھ کو اپنی نظر نہ ہو جائے  
کہیں دامن تر نہ ہو جائے  
کہ نغاں بے اثر نہ ہو جائے  
وہ مری گور پر نہ ہو جائے  
بجنوب بہ کو خبر نہ ہو جائے  
شب عاشق سحر نہ ہو جائے

رنگ دشمن کا فائدہ معلوم      محنت جی کا ضرر نہ ہو جائے  
لے دل آہستہ آہ تاب شکن      دیکھ ٹکڑے جگر نہ ہو جائے

مومن ایساں قبول دل سے مجھے

وہ بت آزرده گرد نہ ہو جائے

جہاں سے شکل کو تیری ترس ترس گزرے      جو تجھ پہ بس نہ چلا اپنے جی سے بس گزرے  
بنی ہے سو سراپیل آہ بے تاثیر      نہ میرے دم پہ قیامت نفس نفس گزرے  
نہ جاؤں کیونکہ سو دام آشاں سے جب      خیالی حسرت مرغان ہم نفس گزرے  
جواند کو تو ہایت جو خود ہوں آزارہ      یہ عمر کاش کے خوں نالہ جبریں گزرے  
دنائے غیرت شکر جنانے کام کیا      کہ اب ہوں سے بھی اعلیٰ ہوں گزرے  
ہ نیم جان و غم بھر ہے وہی انصاف      جو تیرے دھیان میں امرگ دادیں گزرے  
دکھاؤں نادرے لیلے خرام ناز تجھے      کبھی ادھر سے جو اُس شوخ کا زس گزرے  
نہ چھوٹے کیوں تن کا ہیڈ سے پیتا ہوتے      طرے سے غیر کی جب نذر عطر خس گزرے

کہاں وہ ربط بتاں اب کہ اس کو تو مومن

ہزار سال ہو مجھے سیکڑوں برس گزرے

نہ انتظار میں یاں آنکہ ایک آن لگی      نہ ہاسے ہاسے میں تالو سے شنب بان لگی  
جلا جگر تپ غم سے پھر کئے حبان لگی      ابھی خیر کہ اب آگ پاس لگی  
گلی میں اُس کی نہ پھر آتے ہم تو کیا کرتے      لبیعت اپنی نہ جنت کے درمیاں لگی  
جفلے غیر کا شکر نہ تیرا تھا کیا ذکر      عبث یہ بات بُری مجھ کو بد گمان لگی  
ہنسو نہ تم تو مرے حال پر میں ہوں ذلیل      کہ جس کی ذلت نہ خوری سے تم کو شان لگی



کہاں وہ آہ و فغان دم بھی لے نہیں سکتے  
ہیں اور اُس کو بلاؤں گا روز وصل میں  
بزدل صورتِ بلبس نہیں تو اسخی  
سدا تمھاری طرف بھی لگا ہی رہتا ہے

وہ کینہ زور تھا مومن تو دل لگا یا کیوں

کہو تو کیا تمھیں ایسی بھلی وہ آن لگی

کیا مرے قتل پہ جامی کوئی حبلا دھیرے  
خونِ دل پیتے ہیں خود کردہ محنت لے کاش  
کہیں ہو جائے وصالِ ہ بلا سے چھوڑوں  
تیشہ کچھ دشتِ شیر دیہ نہیں لے غیرت  
ہوں میں وہ صیدِ جگر خونِ اسیری مشتاق  
پھر تو سرگوشی دشمن میں بھی تاثیر نہ ہو  
چارہ گر اُس کی خطا کیا مرے تن میں رہا  
دبدم رنگ ہی تغیر مرا حیران ہے

مومن اس شعلہ زبانی کی کہل قدر مگر

منہ دہر آبلہ سے گری سنہ یاد بھرے

کرتا ہے قتلِ عام وہ اغیار کے لئے  
دیکھا عذابِ رنجِ دلی زار کے لئے  
دلِ مشق تیرے نذر کیا جان کیونکہ دوس  
دس برسِ رورہ تے ہیں دیوار کے لئے  
عاشق ہوئے ہیں وہ مرآہ زار کے لئے  
رکھا ہے اُس کو رستِ دیدار کے لئے

تجويز زہر ہے شرے بیاہ کے لئے  
تسکین اضطراب دل دار کے لئے  
ہو بادلوں عذراے افیاء کے لئے  
طرز خرام شوخی رنساہ کے لئے  
اظہار حال چشم گہر بارہ کے لئے  
بُستہ خواب میں کھر خسار کے لئے  
مرتاہوں زندگانی دشوار کے لئے

مومن کو تو نہ لائے کہیں دام میں وہ بُت

ڈھونڈے ہے تار سبھہ زُتار کے لئے

کہاں تک کھائے غم کب تک ضبط فغاں کیجے  
بجا کربات کیا کہئے جو کچھ ہو تو بیاں کیجے  
ذرا ہلٹائیے جی چلے سیر گلستاں کیجے  
نہیں ہی اور کچھ لڑائی بچا چاہیں گماں کیجے  
کہ سن لیت ہی وہ گھر میں جو کچھ مذکور ہے کیجے  
بڑی مشکل پڑی کیا پارہ در دہنساں کیجے  
بس اب مریا ئیے کچھ کا اُسے سیش جاؤاں کیجے  
نہ جب تک نہ دے دو چار آہ خوں چکاں کیجے  
ملائے خاک میں یہ تو بھی شکر آساں کیجے  
تعل در گزہ ہر لحظہ ہر دم ہر زماں کیجے

لے تو ہی بھیج دے کوئی پیغام تلخ اب  
آہا نہیں ہے تو تو نشانی ہی بھیج دے  
کیا دل بیا تھا اس لئے میں نے تمہیں کہ تم  
چلنا تو دیکھنا کہ قیامت نے بھی قدم  
جی میں ہے موتیوں کی لڑی اُسکو بھیج دوں  
دیتا ہوں اپنے ب کو بھی گلبرگے مثال  
چلنا امید وصل پہ ہجراں میں سہل تھا

کہاں تک دم بخود رہئے نہ ہوں کیجے نہ ہاں کیجے  
سوئے نقطہ بہم کیا دھند دہاں کیجے  
مواکل دیکھتے ہی یاد رخ میں یا کہتے تھے  
مدد کے دہم سے تکتا ہوں بزم عیش میں ہر سو  
عرض ہمارے میں بھی اُس کا رہنا کیا تیار ہے  
کہیں تو کیا کہیں در بن کہے کیونکر دوا ہو دے  
دہا ہجراں ہی غم کھانے پر کب تک زندگانی ہو  
رکے سے ہاتھ سینے پر بھلا کب مانتا ہے دل  
عذراں وج پر شاکی ہی شاید غصہ آجائے  
کچھ آخر یہ بھی ہی جو رد جفا و ظلم کی کب تک

گلا ہم کاٹ لیں گے آپ تیغِ رشک اپنا عدد کو قتل کیجے پھر ہمارا امتحاں کیجے

عذابِ یزدی جانکاہ ہو مانا بس ب مومن  
خدا کے واسطے ذکرِ ستم ہائے بتاں کیجے

اہل سے خوش ہوں کسی طرح ہو صال تو ہو  
جنا کے رشک سے کیونکر نہ آئے جوشِ ملیح  
ذرا تمہارے دل مضطر کہ فکر وصل کروں  
زمین لگ گئیں آنکھیں تھادی طرح نہیں  
کہاں تک گلہ ہائے غنا فل قاتل  
جفا سے یار کو سو نہا معاملہ اپنا  
وہ اضطراب کہاں ضعف سے مگر اب بھی  
شبِ براق میں بھی زندگی پر مڑتا ہوں  
نہ لے نعلِ پڑہ پر احتمال تو ہے  
کسی سب سے ہو پردہ بھی پاٹتاں تو ہے  
شبِ بلاق نہ بھی خواب بھی خیال تو ہے  
شریکِ قتل ہو گردوں کو انصال تو ہے  
ہم آپ کا دلین آخر یہ سرِ مبال تو ہے  
اب آگے ہو نہ ہو امید انصال تو ہے  
ہو آؤں حضرت عیسیٰ تک اتنا مال تو ہے  
کہ گو خوشی نہیں ملنے کی پر نلال تو ہے

عبث ترقی فن کی ہو سہ مومن کو

زیادہ ہوے گا کیا اس سے بے مثال تو ہے

تلی دم دایس ہو چکی  
قلق کشتہ سخت جانی ہو پھر  
ملا اس سیر و زکو بزم میں  
یہاں دم نہیں ثوق سے قتل کر  
میری تعزیت میں نہ لا غیر کو  
کہو مرگ سے ہاں نوازش کرے  
ہیں ہو چپکے جب نہیں ہو چکی  
امید اجل آستیں ہو چکی  
شبِ عیش لے مہ جبیں ہو چکی  
مے خوں سے تراستیں ہو چکی  
کہاں تک ستم پیشہ کیں ہو چکی  
کہ اس سے زیادہ نہیں ہو چکی



وہ ہمدوش ہو گا بھی تو غیر سے  
اب غیار سے ہوتا پائی ہو کیوں  
خیال اہل سے تسلی کروں  
ثوابت ہیں ستار مثل شہر  
جنوں میں بھلا کوئی کیا ناک کا  
مری قسمت اسے شانہ میں ہو چکی  
نزاکت بس اسے ناز میں ہو چکی  
یہ طاقت بھی جانِ حزیں ہو چکی  
مری آہ کر سی نشیں ہو چکی  
کہ اک جوڑ ہی میں زمیں ہو چکی

کھیں میں بنے مومن وہ کا فر صنم  
بس اب پاس بانی دیں ہو چکی

در بند تاحیہ فرمائی سے کیا ہوتا ہے  
اک نظر دیکھتے سے سمرقند سے جدا ہوتا ہے  
شوق کم ملنے سے اندوہ فرا ہوتا ہے  
چشمِ غنبار مری آپ نے تلودوں سے ملی  
جاں بہ لب ہوں خبر وصل مٹانے کا قصد  
ہو کے آرزوہ پشیمان ہوں میں کھس سے کہوں  
دل دیا جس نے وہ ناکام دیا نادِ مزیت  
دار میں حشر تلک بہر دعا گولپ نہ ختم  
نہاں نوش غم شیریں نے کہا خسرو سے  
واقعی سجدہ در ایسے ہی تقصیر ہے اب  
اسے دل آجانے دے اس زلفِ مسلسل کا خیال  
دل میں اتنا تو سما یا ہے کہ جل جہاتا ہوں  
وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے  
بے جگہ آنکھ لڑی دیکھتے کیا ہوتا ہے  
ہم سے پرہیز سے یہ درد سوا ہوتا ہے  
در نہ ایسا بھی کہیں رنگِ جنا ہوتا ہے  
سب ہلاتے ہیں ترے کام مرا ہوتا ہے  
وہی کہوے کوئی ایسے سے خفا ہوتا ہے  
فی الحقیقت کہ بڑا کام گمراہ ہوتا ہے  
پر ترا حق نمک کوئی ادا ہوتا ہے  
تلخجی مرگ میں شکر کا مزا ہوتا ہے  
جو جو بندہ یہ ہوتا ہے بجا ہوتا ہے  
جان کر کوئی گرفتار بلا ہوتا ہے  
سردنوخیز جو انگشت نما ہوتا ہے

نا توانی مری مست پوچھ کہوں کیا ہم  
بات کہنے میں مراد مہی ہوا ہوتا ہے  
چاک ہر ہن گل پر تو نہ پھول کا بلب  
جامہ یازان لباسی کا قبا ہوتا ہے

ہو نہ بتیاب غم ہجر بتاں میں مومن

دیکھ دو دن میں بس اب فضل خدا ہوتا ہے

اجل جاں بلب اس شہون سے ہے  
یہ نادم مرے درد کشتن سے ہے  
وہ بدخواہ مجھ سا تو میرا نہیں  
عبث دوستی تم کو دشمن سے ہے  
یہ پردہ نہ ہونیش زنبور کا  
شبک مرا سینہ چلون سے ہے  
مرے داغ یاد آئے گل دیکھ کر  
کہ بیزار وہ سیر گلشن سے ہے  
جلانے سے بھی تیرا شکر ہوں میں  
گلہ ناک آتش افکن سے ہے  
شعشعہ موے شمع کو دیکھ کر  
ہمیں خجلت اس شوخ بدظن سے ہے  
مرا خون کیا بار گردن ہوا  
کہ بیتیاب وہ درد گردن سے ہے  
کھلائے نہ کیوں مٹے گو سالہ کو  
خجل مامری چشم پُر فن سے ہے  
جہاں خاک ٹپکے وہین دے لے  
کہ درت عبث فکر مدفن سے ہے  
نئی کچھ نہیں اپنی جانبا زیاں  
ہی کھیل ہم کو لڑکپن سے ہے  
بگڑتے ہو کیا اب بھی کہتا ہوں میں  
عیاں صلح پھر کس کی چوٹن سے ہے

دل مومن آتشکدہ کیوں بنے

لگا دھڑ یہ فضل برہمن سے ہے

سبے دل میں غبار اس کے گھر اپنا نہ کریں گے  
ہم خاک میں ملنے کی تمنا نہ کریں گے  
کیونکر وہ کہیں منتِ عدا نہ کریں گے  
کیا کیا کیا عشق میں کیا کیا نہ کریں گے

اس طرح سے کرتے ہیں کہ گویا نہ کریں گے  
 معلوم ہو پہلے ہی کہ وہ دانا نہ کریں گے  
 ہر چند ملاہل ہو گواہ دانا نہ کریں گے  
 اچھا بھی کریں گے تو کچھ اچھا نہ کریں گے  
 ہو جائیں گے لب بند تو غوغا نہ کریں گے  
 اب بیٹھ کے کونے میں بھی دانا نہ کریں گے  
 کیوں دیر بزا خون کا دعوانہ کریں گے  
 سارے پردہ نشیں ہم تجھے سوانہ کریں گے  
 پامال کریں گے وہ مجھے دانا نہ کریں گے  
 اغیار سے ہم شکوہ ہے جانہ کریں گے  
 گر قتل کا وعدہ ہو تقاضا نہ کریں گے

موسن وہ غزل کہتے ہیں اب جس سے یہ مضمون

کھل جائے کہ ترکِ درایتِ خاندان کریں گے

وہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کریں گے  
 پر یہ بھی نہفت کا سودا نہ کریں گے  
 نشتر سے علاجِ دلِ دیوانہ کریں گے  
 پر ہمیز کریں گے یہ مدادِ دانا نہ کریں گے  
 مرجائیں گے پربتِ عیسیٰ نہ کریں گے  
 سیرِ چین و گسِ شہلا نہ کریں گے

ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی ہر قتل کی باتیں  
 کیا نامہ میں لکھوں دلِ دبستہ احوال  
 فیروں سے شکر لب سخن تلخ بھی تیسرا  
 بیمارِ اجل پارہ کو گر حضرتِ علیؑ  
 جھنجھلاتے ہو کیا دیجئے اک بوسہ دہن کا  
 دیوار کے گر پڑے ہی اٹھنے لگے طوفان  
 گرسا منے اُس کے بھی گرے اشک تو دل سے  
 کس وقت کیا مردِ مکِ چشم کا شکوہ  
 ناصح کفِ افسوس نہ مل چل تجھے کیا کام  
 اُس کو میں ٹھہرنے نہ دیا خوشِ قلق نے  
 گر ذکرِ وفا سے ہی غصہ ہے تو اب سے

تو یہ ہے کہ ہم عشقِ بتوں کا نہ کریں گے  
 ٹھہری ہو کہ ٹھہرائیں گے زنجیر سے دل کو  
 اندیشہِ مرگ کاں میں گر غوں نے کیا جوش  
 گر آرزوئے وصل نے بیمار کیا تو  
 تشبیہِ زلیں دیتے ہیں لبسائے بتاں کو  
 پھر جائے نہ تا چشمِ صنم آنکھ کے آگے



رکھ لیوں گے پھر مگر ان سنگ دلوں کو  
 گودار پھینچیں یہیں دلدار نصاریٰ  
 گر حسنِ گلہ سوز نے پھر آگ لگائی  
 ہے عہد کہ پھر جان پھریں کوئے بتاں میں  
 کہتے ہیں یہ ہم جاٹ کے خاک میں ہوں خاک  
 جو قبلہ نما گرچہ تر پتے ہی کٹی عسمر  
 اے حضرت مومن یہ مسلم جو ہے ارشاد

لیکن جو بتوں نے ہی بھلا آپ کے کی بات

پھر آپ ہی فرمائیں کہ کیا کیا نہ کریں گے

نہ کٹی ہم سے شبِ جدائی کی  
 رشکِ دشمن بہانہ تھا سچ ہے  
 کیوں بُرا کہتے ہو بھلا نامع  
 دایم عاشق ہے دل وہی ستم  
 آئے وہ دستِ غیر میں دیے ہاتھ  
 گر نہ بگڑا تو کیا بگڑتا ہے  
 گھر تو اُس ماہوش کا درد تھا  
 مر گئے پر ہے بے خبر مسیاد  
 کوہِ غیر میں طردہ ہمیں  
 دل ہوا انوں خیالِ ناخن یار

کتنی ہی طاقت آزمائی کی  
 میں نے ہی تم سے بیوفائی کی  
 میں نے حضرت سے کسا بُرائی کی  
 دل کو پھسا تو دنِ ربائی کی  
 آس تو رہا شکستہ پائی کی  
 مجھ میں طاقت ہیں روائی کی  
 ایک طالع نے نارسائی کی  
 اب تو قح نہیں رہائی کی  
 ہر وہ تازی نے رہنمائی کی  
 تو نے انہی گرہ کٹائی کی

مومن آدھیں بھی دکھلا دوں

سیرتِ خاد میں خدا فی کی

شبِ تم جو بزمِ نیریں آنکھیں چرا گئے  
 پوچھا کسی پہ مرتے ہو اور دم نکل گیا  
 پھیلی وہ بوجہ ہم میں نہاں مثل غنچہ تھی  
 لے آپ اشکِ آنشِ عنصر ہی دیکھنا  
 مجلس میں اس نے پانِ یالپے ہاتھ سے  
 اٹھانہ جنت سے گلِ داغ جنوں کا بوجہ  
 غیروں سے ہو وہ پردہ نشیں کیوں بے حجاب  
 تھی بدگمانی اب نہیں کیا عشقِ حور کی  
 تابندہ و جوان تو بختِ رقیب تھے  
 بزار زندگانی کا جبینا محال تھا  
 طاعظ کے ذکر و حیرتِ مست کو کیا ہوں  
 جس وقت اس دیار سے اختیار برا کہو  
 دنیا ہی سے گیا میں جو ہیں ناز سے کہہ  
 اب بھی گمانِ بد نہ گئے تیرے یا گئے

لے مومن آپ کہے ہوئے بندہ بقا

بائے جہانے دین میں حضرت بھی آگئے

از بس جنوںِ خدائی کل تیرے سے ہے  
 دل چاک چاک از در مرغِ چمن سے ہے  
 سرگرم مدحِ غیرِ دمِ شعلہ زب سے ہے  
 دوزخ کو کیا جہنمِ بردا کی جلن سے ہے

دہم سخن رقیب کو اُس کم سخن سے ہے  
 اُمید داغِ نادہ سپہر کہن سے ہے  
 سب کا دشمن رقیب سجا کو کہن سے ہے  
 خوشبو دہاں زخم جو مشکِ ختن سے ہے  
 وہ اشکِ لہیز خندہ چاکِ کفن سے ہے  
 آئی تو درہی تب تاب بدن سے ہے  
 غربت جو مجھ سے پوچھو تو بہتر وطن سے ہے  
 نصرت بلا تھیں مرے دیوانہ پن سے ہے  
 میں کیا کہ عنذ لیب کو وحشت چین سے ہے  
 لبِ بستگی تصورِ بوسِ دامن سے ہے  
 لو اب بھی دل درست اسی دشمن سے ہے

وہ درجہ اذیت جو مرے قتل کا جواب  
 یاد آگیا زبیں کوئی مہر و شش  
 کچھ بھی کیا نہ یار کی سنگیں دلی کا پاس  
 اُن کو گمان ہے گلہ چہن دلف کا  
 میں کیا کہ مرگ غیر چہ دامنِ تر نہ ہو  
 کیونکر نجات آتشِ پھیریں سی ہو کہ مرگ  
 خود رفتگی میں مہین وہ پایا کہ کیا کہوں  
 رشکِ پری کہے سے عداوت کے یہ وحشتیں  
 داغِ جنوں کو دیتے ہیں گل سے زبس مثال  
 کیوں یارِ نوحہ زن ہیں کہاں مرگ مجھ کو تو  
 کیا کیا جو اسب کوہ میں باتیں بنا گیا

اپنا شریک بھی نہ گوارا کرے بتو

مومن کو مذہبِ کلیش بدبرہمن سے ہے

خواب کیا کیا نظر آتے ہیں مجھے  
 لوگ دیوانہ بناتے ہیں مجھے  
 یار اُس کو سے اٹھاتے ہیں مجھے  
 قتل کرنے کو بُلاتے ہیں مجھے  
 لطف میں کہتی ہوتی ہیں مجھے  
 کہ وہ آئینہ دکھاتے ہیں مجھے

وہ کہاں ساتھ سلاتے ہیں مجھے  
 اُس پر پوش سے لگاتے ہیں مجھے  
 یارِ مہلن کا بھی جنازہ اُٹھتے  
 ابرو سے تیغ سے ایسا ہے کہ آ  
 بیوفائی کا عود کی ہے گلہ  
 حیرتِ حُسن سے یہ شکلِ بنی



پھونک دے آتشِ دل داغِ مرے  
 گر کے غمزہ کسے قتلِ کرد  
 میں تو اُس زلف کی بو پر غش ہوں  
 شعلہ رو کہتے ہیں اغیار کو وہ  
 جہاں گئی پم نہ گئی جو رکشی  
 وہ جو کہتے ہیں تجھے آگ لگے  
 اب یہ صورت ہے کہ لے پردہ نشیں  
 اُس کی یہ یاد دلاستے ہیں مجھے  
 تو اُٹار کے بتاتے ہیں مجھے  
 چارہ گر مشک سے لگھاتے ہیں مجھے  
 اپنے نزدیک جلاتے ہیں مجھے  
 بعدِ مُردن بھی دہاتے ہیں مجھے  
 مردہ وصل سناتے ہیں مجھے  
 تجھ سے احباب چھپاتے ہیں مجھے

مومن اور دیرِ خدا خیر کرے  
 طوہرے دھب نظر آتے ہیں مجھے

حُزبِ دل زورِ آدما ناچھوڑے  
 جان سے جاتی ہیں کیا کیا حسرتیں  
 حال دکھلاتا ہوں شاید شرم سے  
 گوشِ نازک پر کسی کے رحم کر  
 داغ سے میرے جہنم کو مثال  
 پردہ کی کچھ حد بھی لے پردہ نشیں  
 ہوں مجنوں گر نہیں نذاں میں ہوں  
 لبِ بہ حریت آرزو کا خوں ہوا  
 ہم نہیں اُٹھنے کے تیری بزم سے  
 اُس دہن کو غنچہ دل کیا کہوں  
 پامے نازک کاتا ناچھوڑے  
 کاش وہ دل میں بھی آنا چھوڑے  
 غیر اُس کو منہ دکھانا چھوڑے  
 جوشِ افغاں غل مچانا چھوڑے  
 تو بھی داغِ دل جلا ناچھوڑے  
 گل کے بل بس منہ پھپھانا چھوڑے  
 فصلِ گل گلشن میں آنا چھوڑے  
 رنگِ پاں کا منہ لگانا چھوڑے  
 پاسِ عزیزوں کا بٹھانا چھوڑے  
 ڈر لگے ہے مسکراتا چھوڑے

آہ میری کب دماغے لوح تھی چشم تر طو ذل اٹھانا چھوڑ دے  
 نا توانی سے نرا کسٹھ دیا دے مجھ سے تو دامن چھڑانا چھوڑ دے

گر ہے مومن رودہ وصل تباں

تو غم ز رفت بھی کھانا چھوڑ دے

پھر سیمینہ سود داغ غم شعلہ خام ہے  
 ہر موپ پھر ہے طائر مجنوں کا آشیاں  
 پھر زینب پھر شعلہ داغ جنوں کے تاج  
 پھر دل ہے داغ مطلع نور شید دیکھ کر  
 آس آہوئے رسید کو پھر ڈھونڈتا ہوں  
 پھر آگیا ہے کون سے بیباک کا خیال  
 جاں لوٹی ہے پھر کہ وہی عیش ہو نصیب  
 جی چاہتا ہے پوچھے کوئی کیا رہ مر گیا  
 پھر تلخ کامیوں نے کیا جان دل کے کوچ  
 چلون سے کس پر ہی کا نظار ہو نصیب  
 پھر پردہ درہم کس کی رہا تھلی ہلال سی  
 پھر کس نے شکر اس کے سبے دنا کہا  
 پھر کس نے غیر کو نہ دیا نازت جواب  
 دیکھ گاہ نازت کس خوش چشم نے  
 کس کم سخن نے دیکھ مجھے آہ کی کہ پھر

پھر گریہ بھو شمع دل و سودا کے خام ہے  
 پھر فوج فوج سر پہ سر کے از دھام ہے  
 پھر وہ بلاش لا اثر اہتمام ہے  
 از بسکہ یاد سب لوہہ بالائے بام ہے  
 رم کردہ شوق وصل پھر اک صید رام ہے  
 یہ کیا ہوا کہ رخصت ناموس و نام ہے  
 ہم میں ہست ناز ہے اور دیر بام ہے  
 پھر ایک بات کہنے میں خستہ تمام ہے  
 پھر آرزو بوسہ کالب پر مقام ہے  
 پھر اپنے تنکے چنے کی کیوں دھوم دھام ہے  
 جو مثل صبح پاک گر بیان شام ہے  
 کیوں کہہ لے ہوں بند تو صاحب غلام ہے  
 پھر نوازش پیام اجل کا پیام ہے  
 پھر مضطرب نظر کو ہاں نیم گام ہے  
 اپنے جی پہلے رہنے میں کچھ کچھ غلام ہے

پھر کس ستم شعار نے پوچھا ہے میرا حال  
پھر کیوں نہ کام ہوئے کہ اس کینہ پر کہا  
پھر کچھ صدمے پائے دل مُردہ ہی اٹھا  
پھر ہاتھوں کو کیوں خطر انتقام ہے  
سوار مجھ کو تم سے تھیں مجھ سے کام ہے  
پھر جلوہ دیز کون قیامت خرام ہے

پھر دوری بتاں میں نہیں خواب کا خیال

مومن مرے بھی دین میں سونا حرام ہے

میں احوالِ دل مر گیا کہتے کہتے  
مجھے جپ لگی نہ مانتے کہتے کہتے  
نہاں گنگا سے عشق میں گوش کر ہے  
شب بھر میں کیا ہجوم ملا ہے  
گلہ ہرزہ گردی کا بے حاشہ تھا کچھ  
صدافسوس باقی رہی وصل کی شب  
چلے تم کہاں میں نے تو دم لیا ہے  
بڑا ہوا محرمِ راز تو نے  
ستمائے گردوں مفضل نہ پوچھو  
کہ سر پہر گیا اجرا کہتے کہتے

نہیں یا صنم مومن باب کفر سے کچھ

کہ خود ہو گئی ہے صدمہ کہتے کہتے

مشورہ کیا کیجے جہنم پیر سے  
کس طرح مایوس ہوں تاثیر سے  
میری وحشت کے لئے صحرائے قیس  
دن نہیں بھرتے کسی تدبیر سے  
دم ڈکے ہے نالہ شب گیر سے  
تنگ تہ ہے غار زنجیر سے



کیوں نہ ٹپکے آب جب ٹپکے لبو  
 وہ مثلے نامہ مضمون وصل  
 یوں بنا کر حال دس کہنا نہ تھا  
 انگلیوں میں خامہ جم کر رہ گیا  
 تھرے پھرنا بگاڑیا رہ کا  
 وحشت چشم پر پردہ دیکھنا  
 لے گئی جاں یاد رونق ہائے وصل  
 برق کشتی ہے تری ٹمٹیر سے  
 گر ہو خط کا تب تقدیر سے  
 بات بگڑی میری ہی تقریر سے  
 نامہ ہائے شوق کی تحریر سے  
 اماں اس باز گشتی تیر سے  
 پھر گیا جی سے تسخیر سے  
 گھر مراد یران ہو تعمیر سے

اسے صنم مومن ہوں آخر کس طرح

مجھ کو تسکین ہو تری تصویر سے

کیونکہ پوچھے حال تخی عاشق دیکھیر سے  
 جوش وحشت کشکش اس ناتواں دیکھیر سے  
 کام ہوتے ہیں جوانوں کے پھر پیر سے  
 دستوں لے آؤ قابل کو کسی تدبیر سے  
 صبح دم جاتا ہے پہلو سے مرودہ میں  
 دہم میخواری سے دل کو نشہ بنگ آگیا  
 فطرت ضعف بوش بیتابی ہے میرا حال کچھ  
 ہوں غصہ ہے اس کے سر گریم فغان شعلہ زان  
 لذت وحشت صفا ہوا کہیں جاگے نہ دل  
 کام جز الفت نہیں لے کا ترپا دل بیاں  
 ہو گئے ہیں بند لبت میری تقریر سے  
 جو نہ در یک پہونچے صحن غناء زنجیر سے  
 لے گیلے پشت خم شاید تری ٹمٹیر سے  
 سر کٹائیں گے کہ اب تو جنگ سے تقدیر سے  
 دن یہ ہوتے ہیں کیا کیا مہر کی توبہ سے  
 ہوش جلتے ہیں تری ہسکی ہوئی تقریر سے  
 اشک خوں جاری ہیں چشم ہر جوان پیر سے  
 جس گیا جی احتراق زہر کی تاثیر سے  
 ہیں شاہ آب کی زنجیں ہٹ زنجیر سے  
 فائدہ صرف مکرر کی جہنم تحریر سے

ہو نہ زیب لپشت آئینہ ترمی تصویر سے  
 ہوا ہوس ہیں بے گنہ بھر کیوں ریں تخریر سے  
 دیکھتا بھی پھٹ نہ جائے سرمہ تخریر سے  
 تو بنو حسب لود ملا لورنگ کی تغیر سے

رشبہ امان جواہر اور کھلی سہے غزل  
 جس کو مفلس بھی نہ بدے نسخہ اکسیر سے

ہے موزر تر شب غم مہر عالمگیر سے  
 درد دل بھی کم نہیں ہو سرمہ تخریر سے  
 میری بالش کے لئے پادشاہ کے تیر سے  
 اب جہاں یوں ہو سیر نامہ کی تحریر سے  
 اب تو باندھوں گلابین ناسخ اسکو بھی بنیر سے  
 بدگماں ہو سب سے ستارہ کی تخریر سے  
 باندھتے ہیں نامہ بال ہندو تصویر سے  
 ناک میں آیا دم اس آہ ستم تاثیر سے  
 کیا انہ ہوتا تھا تم کو ناک شہگیر سے  
 ہو گئی کتنی مری نام آوری شہیر سے  
 دلوں کا دم ناک میں ہو تو کی تخریر سے  
 نام اس کا سینے پر لکھا ہو لوک تیر سے  
 درد نہ میری آشتواں کیوں ہو گئی تخریر سے

ملو لیں سیکھیں کہاں نالہ رشک آفریں  
 ہوں سزاوار ستم میں نے کیا ہے جرم عشق  
 اے نسو نگہ چشم جادو پر نہیں ملنا عمل  
 حسن کی تیر کیوں سے کم نہیں روز نگہ عشق

جل گئے اختر یہ کس کی حسن کی نور سے  
 تھو دیا ہے اختیار اس شوخ نے تاثیر سے  
 عین بہ خواب عدم میں تو کسی تدبیر سے  
 ہو گئی ساری زمیں صرب حروف نور شمع  
 کیوں کہا تھا یہ کہ بکتے بکتے سر پھرنے لگا  
 کیونچ مجھ سے ام وہ ہوش اب یادہ تر کرے  
 یاس مہوراز سے اور شوق بتیابی خواب  
 جی ر کے ہے ضیا کونے کونے میں تو مگر کیا  
 صبح کیونکر ایک دم میں ہو گئی خام فراق  
 کہتے ہیں سب یہ رہا آوارہ بعد قتل بھی  
 ان کو جلدی جانے کی مجھ کو عذاب جانکشی  
 میں نے سوچا آپ اپنے خون ناحق کا جواب  
 غیہ کے لکھنے کو تم نے کیا تراشی ہے قلم

مار ڈالا ہم کو جو رگزدش ایام نے  
 بڑھ گئی رات اپنی رد و حشر کی تعمیر سے  
 مومن اب پڑھتا ہوں مضمون بسبل کی غزل  
 شوخیوں کو جس کے دعویٰ ہو رہم بخیر سے

مے فسانہ ساتھ سوئے کب کسی تدبیر سے  
 ہائے پھر مرنے لگا میں لطف کی تقریر سے  
 بزم دشمن سے نہ اُٹھے وہ کسی تدبیر سے  
 میرے لکھے کو مٹایا آٹے اچھا ہوا  
 جائے مشرب مرتے دم بھی خوں پلایا کپا  
 ایسے ناز کے شام کیوں دل میں نقش ہیں  
 کب لگائے کاسہ گر اُس لمبے جام اس خاک کا  
 کاٹتا ہوں عرض سوزش میں باں کو دم بدم  
 لے جنوں اپنی پسیری بعد مردن بھی رہی  
 کب ہمار ساتھ ہوتے ہیں کہ دیکھے گا کوئی  
 تم سے وہ کہتا ہے باتیں شک سے روتا ہوں میں  
 تالہ ہائے بواہوں نے کھودیا آزار شوق  
 ساتھ ہونا غیر کے چھوڑا لے لے میں بدن  
 عشق اُس قاتل کا بعد قتل بھی ہم کو رہا

نیند آتی ہے ہمارے خواب کی تعمیر سے  
 اُس کا دم بھی کم نہ تھا ہرگز دیم شمشیر سے  
 مل گئے ہم خاک میں محشر تری تاخیر سے  
 تھا شکوں ہی مدعا یا ندامت کی تحریر سے  
 منہ مرا کھولا ستم پیشہ نے نوک تیر سے  
 کھنچ گیا سینہ پہ نقشہ شیر کی تصویر سے  
 کام ہونے کا نہیں پھر فائدہ تدبیر سے  
 میرے دندانِ ندامت کم نہیں گلگیر سے  
 حلقہ ماتم میں آتے حلقہ رز بخیر سے  
 اُن کو ستیابی ہے کیوں اس خواب کی تعمیر سے  
 سچ کہا جھڑپے میں موتی غیر کی تقریر سے  
 لوہم اچھے ہو گئے دریاں بے تاثیر سے  
 خاک میری ہو گئی نایاب تر اکسیر سے  
 ہے یہ کیسا جرم جو جاتا نہیں تعمیر سے

سر پکٹا ہے تلوں میں مومن خانہ خراب  
 مسجدیں رہتی نہیں کیا فائدہ تعمیر سے



مومن سوے شرق اُتر بُت کا خر کا تو کھر ہے  
 بہوش ہے عاشق پسیہ صوب سے کمتر  
 کھانا ہوں محبت میں اس آدابے میں گل  
 حسرتے میں دیکھوں تو فلک کیونکہ نہ ہو رام  
 خلا کی مجھے قاسد کو ہے العمام کی خواہش  
 ارمان نکلتے دے بس اے بیہم نزا کست  
 رندوں پر یہ بیداد خدا سے نہیں ڈرتا  
 ایسے دہم آرام افز خستہ کب اٹھسا  
 ہم حال کہے جائیں گے سننے کہ نہ سننے  
 وہ ذبح کرے اور یہاں جو ن فدا ہو  
 اب بھی نہیں جاتی ترے آجانے کی امید

ہم سجدہ کر کرتے ہیں در کعبہ کدھر ہے  
 تم مجھ کو تو کہتے ہو کچھ اپنی بھی خبر ہے  
 گویا شخبیر دادی امین کا ثمر ہے  
 اُس درگس سجاد کی نگہ پیش نظر ہے  
 میں دست نگر خود دہوں کیا دست نگر ہے  
 ہاں ہاتھ تقویر میں مرا زیر کھر ہے  
 اے محاسب ایسا تجھے کیا شاہ کا ڈر ہے  
 ہم کو عبث اُمید دما ہاں سے سھر ہے  
 اتنا ہی تو یاں صحبتِ ناصح کا اثر ہے  
 ایسے سے بچے یوں یہ ہمارا ہی جگر ہے  
 گو پھر گئیں آنکھیں یہ نگہ جانب رہے

دل کھول کے بل لیجئے مومن نمود سے

اس سالی میں گرسوے حرمِ عزم سفر ہے

دل میں اس شوخ کے جو راہ نہ کی  
 پردہ پوشی ضرورتی اسے چرخ  
 تشنہ لب ایسے ہم گرے سے پر  
 اُس کو دشمن سے کیا بچائے چرخ  
 کون ایسا کہ اُس سے پوچھے کون  
 تھا بہت شوق وصل تو نے تو  
 ہم نے بھی جان دی پر آہ نہ کی  
 کیوں شب بواہوس سیاہ نہ کی  
 کہ کبھی میرِ عسید گاہ نہ کی  
 جس نے تدبیرِ خلف و ماہ نہ کی  
 پرستش حال داد خواہ نہ کی  
 کمی اے حسن تا بکاہ نہ کی

عشق میں کام کچھ نہیں آتا  
 تاب کم ظرٹ کو کہاں تم نے  
 میں بھی کچھ خوش نہیں فاکر کے  
 متسبب یہ ستم غریبوں پر  
 گریہ د آہ بے اثر تو دونوں  
 تھا مقدر میں اُس سے کم بلنا  
 دیکھ دشمن کو اٹھ گیا بے دید  
 گم نہ کی حسرتِ حالِ جاہ نہ کی  
 دشمنی کی مدد سے جاہ نہ کی  
 تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی  
 کبھی تنسبیب بادشاہ نہ کی  
 کس نے کشتی مری تباہ نہ کی  
 کیوں ملاقات گاہ گاہ نہ کی  
 میرے حوال پر بنگاہ نہ کی

مومن اس ذہن بے خطا پر حیف  
 فکر آمرزش گستاہ نہ کی

بندِ حا خیالِ جناں بعد ترکِ یار مجھے  
 نہ آسمان کا رخ پھیر دوں جدھر چاہوں  
 وہ شام دعدہ جو آئے تو بے خود دست  
 وہ رندِ مکدہ کش ہوں کہ زہر دیتے ہیں  
 نہ ہو وہ بات کہ جس سے فاسق آئے غل  
 بقدرِ جوشِ ترپنے کو تھا دلے پس قتل  
 امیدِ مرگ پہ ہرقتہ راحتِ جاں ہے  
 قرآنِ انجیم ستیہ برجِ آبی میں  
 اگر حسابِ دنا امتحان کے بعد نہ ہو  
 شبِ وصال میں سب قطرہ قطرہ می پانی  
 کیا ہے یاس نے کیا کیا امید دار مجھے  
 دلیہ کیا پیشِ دل نے اختیار مجھے  
 رہا وصال میں بھی وہ ہی انتظار مجھے  
 بتنگ آ کے حریفانِ بادہ خوار مجھے  
 کہیں نہ کیجیو ناصح سے شرمسار مجھے  
 وہ بے قرار ہوئے آگیا قرار مجھے  
 شربِ بیدار میں کیا بیم روزگار مجھے  
 ڈبوئے گی مری چشمِ ستارہ بار مجھے  
 قبولِ عذر ستمائے بے شمار مجھے  
 رہا نہ دوسرے چارہ خمار مجھے



رفیق کھائے قسم تو وفا کا آئے لہتیں  
 نہ سیر گل نہ قدح نوشی اُس کے ساتھ ہوئی  
 پس شکستِ حسن زجر محتسب معقول  
 لبوں پہ جان ہی ایسی بھی کیا ہے بیہ دی  
 نہ کام نہ در سے نکلا نہ عجب نہ کام آیا  
 خدا کرے ملک الموت اُن سے پہلے آئے  
 کئے ہیں طولِ مال نے تمام کام خراب  
 ہر آن آن دگر کا ہوا میں عاشق زار

تو میری جان سے کیا تیرا اعتبار ہے  
 غم خزاں ہے نہ کچھ حسرت بہار مجھے  
 گناہگار نے سمجھا گناہگار مجھے  
 نہ قرض دیتے ہو بوسہ نہ مستعار مجھے  
 میں اب تو چین دے کے اشوق ہرزہ کار مجھے  
 بہت سی لہنی ہیں جانیں بے نشانہ مجھے  
 ہمیشہ نظم جہاں کے ہیں کار و بار مجھے  
 وہ سادہ ایسے کہ سمجھے دفا شعار مجھے

نواب ترک صنم کج سہی دے مومن

یہ کیا سبب کہ سناتے ہو بار بار مجھے

دعا بلا تھی شبِ غم سکونِ ماں کے لئے  
 نہ پائے یار کے بوسے نہ آستان کے لئے  
 - - - خلافتِ وعدہ فردا کی ہم کو تاب کہاں  
 نہیں نہ آپ تو ہم بواہوس سے حال کہیں  
 حجابِ چہرے بلا ہے ہوا کرے بیاپ  
 ہے اعتمادِ مرے بختِ خفہ پر کیا کیا  
 مزا یہ شکوہ میں آیا کہ بے مزا ہوئے وہ  
 لیا ہوا دل کے عوض جان کے قرب تو دوں  
 وہ لعلِ لوحِ فزائے کہاں تک بوسے

سخن بہانہ ہوا مرگِ ناگہاں کے لئے  
 عبث میں خاک ہوا میلِ آسماں کے لئے  
 امیدِ کیشہ ہے یاسِ جادو داں کے لئے  
 کہ سخت چاہئے دل اپنے راز داں کے لئے  
 نفاں اثر کے لئے اور اثرِ نفاں کے لئے  
 دگر نہ خواب کہاں چشمِ پاسبان کے لئے  
 میں تلخ کام رہا لذتِ زباں کے لئے  
 میں اور آپ کی سو اگر نہ جان کے لئے  
 کہ جو ہے کم ہے یہاں شوقِ جانفشان کے لئے



ملے رقیبے وہ جب سنا وصال ہوا  
کہاں وہ عیش اسیری کہاں دامنِ قفس  
جنونِ عشق ازل کیوں نہ خاک اٹھائیں ہم  
بھلا ہوا کہ دستِ آرزو ماسم سے ہو

رداں فزائیے سحرِ حلالِ مومن سے  
رہا نہ معجزہ باقی لبِ بُہتاں کے لئے

اگر غفلت سے باز آیا جتنا کی  
موسے آغازِ الفت میں ہم افسوس  
کبھی انصاف سے دیکھانہ دیدار  
فلک کے ہاتھ سے میں جا پھپھوں گم  
شبِ وصلِ عدد کیا کیا بھلا ہوں  
چمن میں کوئی اُس کو سے نہ آیا  
کشا و دل پہ باندھی ہو کمر آج  
کیا جب التفات اُس نے ذرا سا  
کہا ہے غیر نے تم سے مرا حال  
تمہیں شورِ فغاں کیسے کیا کام  
دیا علم و ہنر حسرت کشی کو  
غیمِ مقصد رسی تا نزع اور ہم  
بھلائے دل وری جلدی نے مارا

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی  
اُسے بھی رہ گئی حسرتِ جہنما کی  
قیامت اکثر اُس کو میں رہا کی  
خبر لائے کوئی تحت الشرا کی  
حقیقت کھل گئی روزِ جزا کی  
گئی برباد سب محنتِ صبا کی  
ہیں خیر آپ کے بندِ قبا کی  
پڑی ہم کو حصولِ مدعا کی  
کہے دیتی ہے بیباکی ادا کی  
خبر لو اپنی چشمِ سوسا کی  
فلک نے مجھ سے یہ کیسی دغا کی  
اب آئی موتِ بختِ نارسا کی  
ہیں تقصیر اُس دیرِ آشنا کی

دریغ جان گئی ایسے بدگماں کے لئے  
ہے بیمِ برقِ بلا و زلّاتِ شیاں کے لئے  
جہاں میں آئے ہیں پرانہ جہاں کے لئے  
ہیں بھی دینی تھی جاں اُس کے ہتھان کے لئے



جفا سے تھک گئے تو بھی نہ پوچھا  
 کہ تو نے کس توقع پر وفا کی  
 کہا اُس جیت سے مرتا ہوں تو مومن  
 کہا میں کیا کروں مرضی خدا کی

نہ ربط اُس سے نہ یاری آسمان سے  
 یہ حالت ہے تو کیا حاصل بیاں سے  
 قیامت مرتے دم آئی فغاں سے  
 شب وصل آپ کا غدرِ نزاکت  
 بُرا ہے عشق کا انجام یا رب  
 رہی شب کی سی بیتابی تو ہر روز  
 وہ آیا خاک پر تو بھی نہ اُٹھے  
 مرا بچنا بُرا ہے آپ نے کیوں  
 سٹے دُشمن سے کیونکر بے حجاب آپ  
 مرے گھر آپ یوں جاتے تھے کس دن  
 وہ آئے ہیں پشماں لاش پر آپ  
 گرا اپنے وہم ہی سے اُس نے پوچھا  
 نہ بولوں گا نہ بولوں گا کہ میں ہوں  
 نہ نکلی ہائے یوں بھی حسرتِ دل  
 نہ بجلی جلوہ فرما ہے نہ سیاد  
 اُنھے دیوار کیا جب خانہ غیر  
 جفا بہرِ عدولاًؤں کہاں سے  
 کہوں کچھ اور کچھ نکلے زباں سے  
 جہاں لے کر چلے ہیں ہم جہاں سے  
 بجاہے پر نہ مجھ سے نیم جاں سے  
 بچانا فتنہ آخرِ زمان سے  
 چرائیں گے ہم آنکھیں پاسبان سے  
 ہوئے ہم کیا سبک خواب گراں سے  
 عبادت کی لب معجز بیاں سے  
 نہ شرم آئی مرے شوقِ نہاں سے  
 اُٹھانا مدعا ہے آستان سے  
 تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے  
 مرا احوال میرے رازِ داں سے  
 زیادہ بدگماں اس بدگماں سے  
 بے سو بھرِ حشمتِ خوفِ نشاں سے  
 نکل کر کیا کریں ہم آشیاں سے  
 بنے میرے غبارِ ناتواں سے

جہاں سے تنگ تر حنت نہ ہو جائے      بہت حسرت بھرا جاتا ہوں یاں سے  
 : انجام ہے آغناز کا بد      جفا کی ہو گئی خواہمیاں سے  
 خدا کی بے نیازی ہائے مومن  
 ہم ایمان لائے تھے نازتیاں سے

---